سوال = الطالب میں الف لام کون سا ہے

جواب: الف لام کی دو قسم ہیں (۱) اسمی (۲) حرفی

اسمی وہ ہے جو اسم فاعل یا اسم مفعول پر داخل ہو اور الذی کے معنی میں ہو اور جو الذی کے معنی میں نہ ہو تو وہ حرفی ہے اور اس کی دو قسم ہیں :
(۱) زائدہ اور (۲) غیر زائدہ = زائدہ وہ ہے جس کو لفظ سے ہٹا دیا جائے یا گھٹا دینے سے اس کے معنی میں خرابی نہ ہو جیسے الحسن۔ غیر زائدہ وہ ہے جس کو لفظ سے گھٹا دینے سے معنی میں خرابی ہو جیسے الرجل قائم۔ غیر زائدہ کی دو قسم ایک جنسی اور استغراقی اور اگر استغراقی ہو تو وہ بھی دو قسم پر ہے ایک تمام افراد پر یا بعض افراد پر اور اگر بعض افراد پر ہو تو پھر اس کی دو قسم ایک افراد معین اور دوسرا افراد غیر معین۔ اگر معین افراد ہو تو اس کو عہد خارجی اور اگر افراد غیر معین ہو تو اس کو عہد ذہنی =

جنسی وہ ہے جو ماہیت حقیقت پر دلالت کرے
استغراقی وہ ہے جو تمام افراد پر دلالت کرے

سوال = الکلمۃ میں الف لام جنسی ہے اور تاء وحدت ہے تو الف لام جنسی تمام افراد کے ماہیت وحقیقت پر دلالت کرتا ہے اور تاء وحدت ایک پر تو یہ دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے ہیں تو جواب دیا جاتا ہے کہ وحدت کی تین قسمیں ہیں (۱) جنسی (۲) نوعی (۳) شخصی تو یہاں تاء وحدت جنسی ہے تو اب کوئی خرابی نہیں ہے

سوال الکلمۃ وکلام مشتق ہے کلم سے تو مشتق اور مشتق منہ میں لفظا اور معنا مناسبت ضروری ہے تو لفظا مناسبت سمجھ میں آرہی ہے کہ کلمہ وکلام دونوں کا مادہ کلم ہے اسی طرح کلم کا بھی۔ اور معنا مناسبت سمجھ میں نہیں آرہی ہے کیونکہ اس لیے کہ کلمہ کا معنی ہے وہ لفظ جو معنی مفرد کے لیے وضع کیا گیا ہو۔ اور کلام کا وہ لفظ جو مرکب ہو دو کلموں سے اسناد کے ساتھ اور کلم کا معنی ہے زخمی کرنا تو اس میں معنی مناسبت نہیں پائی جا رہی ہے

اعتراض ہے

جواب کلم جس کا معنی ہے زخمی کرنا جب زخم ختم ہو جاتی ہے تو اثر محسوس ہوتا ہے اسی طرح کلمہ اور کلام بھی اثر محسوس ہوتا ہے ایک شاعر کا قول ہے کہ زخم کے اثر جاتے ہیں وقت گزر جاتا ہے لیکن کلمہ وکلام کا اثر جاتا نہیں وقت گزر جاتا ہے تو بس اتنی سی مناسبت کافی ہے ان دونوں کو مشتق ہونے کے لئے =

کلم

اس کے بارے میں بعض کہتے ہیں کہ یہ جمع ہے اور وہ اپنی دلیل پیش کر رہے ہیں کہ اس کا اطلاق تین سے کم پر نہیں ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اسم جنس ہے اور اس کا اطلاق ایک واحد اور جمع پر بھی ہوتا ہے جیسے علیہ یصعد الکلم الطیب تو ایک سوال وارد ہوا کہ طیب مذکر آیا ہے کلم کے لیے تو جواب دیا جاتا ہے کہ مؤنث غیر حقیقی کی جمع واحد مذکر کے حکم میں ہے۔ اور جو لوگ جمع کہتے ہیں کہ طیب کلمۃ کی صفت نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے کان محذوف ہے کی صفت ہے اصل عبارت ہے کہ بعض کلمۃ طیبۃ

لفظ کا لغوی معنی ہے مطلقاً پھینکنا اور اصطلاحی معنی ہے کہ جس کا انسان تلفظ کرے لفظ کا لغوی معنی ہے مطلقاً پھینکنا خواہ وہ لفظ کا منہ سے پھینکنا ہو یا غیر لفظ کا منہ سے پھینکنا ہو، اگر لفظ کا غیر منہ سے پھینکنا ہو۔ اب یہاں ایک اعتراض آتا ہے کہ آپ نے لفظ وہ ہے جس کا انسان تلفظ کرے جن کا بھی قول ہے اور فرشتوں کا بھی فرشتوں کا قول جیسے جنت میں دوزخ کا دربان ہے حضرت علی حسن و حسین کے لئے تو لفظ کا تعریف جامع تو نہیں رہا کیونکہ آدمی ہے تو اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ حالانکہ وہ جن کا اور فرشتوں کا قول ہے لیکن انسان اس کا تلفظ کر سکتا ہے۔

مطابقت

سوال = الکلمۃ مبتدا ہے اور لفظ اس کی خبر اور مبتدا اور خبر میں مطابقت ضروری ہے لیکن یہاں مبتدا مؤنث ہے اور خبر مذکر تو یہاں پر مطابقت نہیں ہوتی

مطابقت

جواب = اس کا جواب یہ ہے کہ مبتدا اور خبر میں مطابقت اس وقت ضروری ہے جب کہ خبر مشتق ہو اور اس میں ایک ایسی ضمیر ہو جو مبتدا کی طرف لوٹے اور یہاں پر نہ مشتق ہے اور نہ کوئی ایسی ضمیر جو مبتدا کی طرف لوٹے تو الکلمۃ لفظ کہنا درست ہے۔

وضع = کا لغوی معنی ہے ظاہر کرنا، خاص کرنا اور اصطلاحی معنی ہے ایک شی کو اس طرح خاص کرنا کہ جب بھی اول کو سمجھے سے شی ثانی کا جاننا لازم آئے۔

سوال = معنی کیا ہے

جواب = معنی اسم ظرف ہے بمعنی مقصود اس کی اصل معنی تھا مفعل کے وزن پر یا متحرک ما قبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف ہو گیا۔ اجتماع ساکنین ہوا۔ الف تنوین کے درمیان الف گر گیا معنی ہو گیا۔ یا وہ اسم مفعول اور اس کی اصل معنوی تھا۔ واؤ اور یا ایک کلمہ میں جمع ہوا اور ان میں پہلا ساکن تھا تو واؤ کو یا سے بدلا اور یا کو یا میں ادغام کر دیتے ہے

یا کی مناسبت سے ما قبل کے فتحہ کو کسرہ سے بدل دیئے مَعْنِیٌ ہو گیا۔ اول یا کو
خلاف قیاس حرف کے ما قبل کے کسرہ کو فتحہ سے بدل دیئے مَعْنَیٌ ہوا
پھر یا الف ہو کر اجتماع ساکنین کی وجہ گر گیا مَعْنًی ہو گیا

سوال: مفرداً اگر حال ہے واضح یا ظاہر ہے تو مفرد کے آخر میں الف کیوں نہیں ہے جو منصوب کی حالت میں ہوتا ہے

جواب: یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ اسم ارف منصرف ہو اور جب منصوب کے علاوہ کسی اور حالت کا احتمال ہو تو الف نہیں لکھا جائے گا تو یہاں پر لفظ مفرد مرفوع منصوب و مجرور کچھ بھی بن سکتا ہے اسی لیے یہاں الف نہیں۔

سوال: جب مفرد کو معنی سے حال مانا گیا تو اس صورت میں مفرد کو مقدم ہونا چاہیے کیوں کہ معنی ذو الحال نکرہ ہے تو جب ذو الحال نکرہ ہو تو حال اس پر مقدم ہوتا ہے۔

جواب: یہ اس وقت ہے کہ جب ذو الحال مجرور نہ ہو۔ اس لیے یہاں ذو الحال کا مقدم ہونا درست ہے۔

سوال: ہی اسم و فعل و حرف میں ہی کا مرجع کون ہے مفہوم کلمہ ہے یا الفاظ کلمہ، مفہوم کلمہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ مذکر ہے اور ہی مؤنث۔ اور لفظ بھی نہیں ہو سکتا ہے کیوں کہ جب لفظ کلمہ کا اس کا مرجع مانیں تو تقسیم الشئ الی نفسہ وغیرہ لازم آئے گی اور یہ دونوں درست نہیں۔

جواب: یہاں ہی کا مرجع کلمہ ہے [illegible] لیکن تقسیم مفہوم کلمہ کی ہے تو اس طرح ہی کا مرجع متعین ہو گیا اور اعتراض بھی ختم ہو گیا۔

سوال: اسم کو اسم کیوں کہتے ہیں۔

جواب: اسم کی اصل سِمُوٌ ہے بمعنی بلندی تو اسم کو اسم اس لیے کہتے ہیں کہ اسم اپنے دونوں قسم پر بلند ہوتا ہے یہ اہل بصرہ کے نزدیک ہے۔ اور اہل کوفہ کا قول یہ ہے کہ اسم کی اصل وسم ہے بمعنی علامت تو اسم کو اسم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنے لیے علامت ہے۔

* فعل کو فعل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ فاعل کا فعل حقیقت میں مصدر ہوتا ہے اور فعل مصدر ہی سے مشتق ہے جو اصل کا نام تھا وہی نام فرع کو دے دیا۔

* حرف کو حرف اس لئے کہتے ہیں کہ حرف بمعنی کنارہ اور حرف کنارہ میں ہوتا ہے اس لئے حرف کہتے ہیں۔

فائدہ = لاشک ام ان فاضل = میں دوسرا ان کا اسم ہے اور ان فاضل اس کی خبر ہے یہ درست نہیں کیوں کہ اس میں اَن مصدریہ ہے جو فاضل فعل کو مصدر کی تاویل میں کر دیتا ہے اور مصدر وصف محض ہے اور چونکہ خبر مبتدا پر محمول ہوتا ہے اور یہاں مبتدا اسم ذات ہے اور اسم ذات پر وصف محض کا حمل درست نہیں لہذا یہ ان فاضل کہنا درست نہیں۔

جواب: ان فاضل کو مصدر کی تاویل میں کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر اسم کا حکم جاری ہو سکے یہ ضروری نہیں کہ مصدری معنی ملحوظ ہو۔ جب مصدری معنی ملحوظ نہیں تو ان فاضل کا حمل اسم ذات پر ہو سکتا ہے۔ لہذا یہ اعتبار درست ہے۔

سوال = مصنف نے اسم، فعل، حرف کی دلیل حصر کیوں بیان کی جبکہ دعویٰ ہی بیان نہیں کیا اور دعویٰ پہلے ہوتا ہے نہ دلیل اور برہان ہے دعویٰ کی دلیل ہے تو یہ درست نہیں

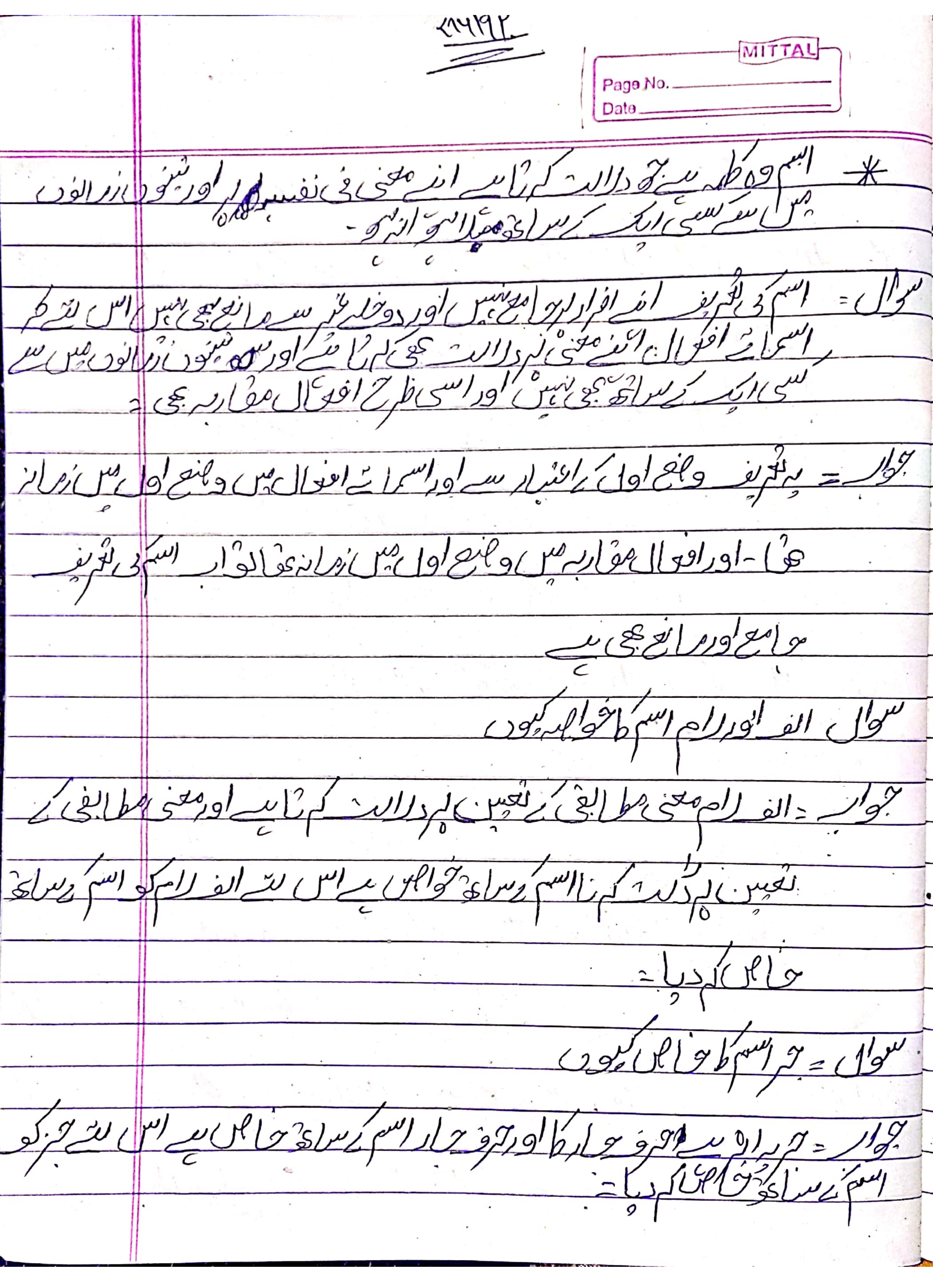
جواب = یہ مقام مقامِ برہان ہے اور برہان کی تین ہی قسم برہان کی چوتھی برہان نہیں کی گئی کہ اس کی تین ہی قسم ہیں چوتھی قسم شے کی نہیں۔ اور دلیل سے پہلے دعویٰ کا ہونا لازم ہے خواہ لفظاً ہو یا عقلاً سے مفہوم سمجھا ہو۔ اور برہان عقلاً سے دعویٰ کا مفہوم ہوتا ہے اس لئے مصنف نے دلیل حصر بیان کر دیا۔

سوال = دلیل حصر سے اسم فعل حرف کی تعریف ظاہر ہو گئی تھی مصنف نے اس بات کی طرف اشارہ بھی کر دیا تو پھر ان سب کی تعریف الگ الگ بیان کر رہے ہیں ایسا کیوں

جواب = ذہن کے تین درجے ہوتے ہیں اعلیٰ، اوسط، ادنیٰ۔ اعلیٰ درجے کے ذہن والے دلیل حصر ہی سے تعریف سمجھ گئے۔ اور مصنف نے اشارہ کر دیا تاکہ اوسط درجے کے لوگ دلیل حصر سے سمجھ لیں کیونکہ وہ لوگ خود سے نہیں سمجھ سکتے تھے تو اسم اشارہ کر دیا۔ اور کچھ لوگ ادنیٰ درجے کے ہیں یہ لوگ نہ اس سے سمجھے نہ اس سے اس لیے ہر ایک کی تعریف تفصیل میں بیان کر دی۔

سوال = کلام کی تعریف میں جو الکلمۃ تضمن کلمتین کہا درست نہیں کیونکہ اس سے زید کا متضمن اور متضمن ہونا لازم آتا ہے یہ درست نہیں کیونکہ زید قائم کلام تو متضمن ہے اور زید قائم دو کلمہ ہیں اور یہ متضمن ہے

جواب = زید قائم مجموعی حیثیت سے متضمن ہے اور زید قائم انفرادی طور پر دو الگ الگ کلمہ ہونے کی حیثیت سے متضمن ہے اور یہ درست ہے



۲۶/۱۹۲

MITTAL
Page No.
Date

* اسم وہ کلمہ ہے جو دلالت کرتا ہے اپنے معنی فی نفسہ پر اور تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو۔

سوال = اسم کی تعریف اپنے افراد پر جامع نہیں اور دخول غیر سے مانع بھی نہیں اس لئے کہ اسمائے افعال اپنے معنی پر دلالت بھی کرتا ہے اور تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی نہیں اور اسی طرح افعال مقاربہ بھی۔

جواب = یہ تعریف واضع اول کے اعتبار سے ہے اور اسمائے افعال میں واضع اول میں زمانہ تھا۔ اور افعال مقاربہ میں واضع اول میں زمانہ تھا لہٰذا اسم کی تعریف جامع اور مانع بھی ہے

سوال الف اور لام اسم کا خاصہ کیوں

جواب = الف لام معنی مطابقی کے تعیین پر دلالت کرتا ہے اور معنی مطابقی کے تعیین پر دلالت کرنا اسم کے ساتھ خاص ہے اس لئے الف لام کو اسم کے ساتھ خاص کر دیا۔

سوال = جر اسم کا خاصہ کیوں

جواب = جر یہ اثر ہے حرف جار کا اور حرف جار اسم کے ساتھ خاص ہے اس لئے جر کو اسم کے ساتھ خاص کر دیا۔

۲/۱۹/۲۲

سوال: تنوین اسم کے ساتھ خاص کیوں ہے

جواب: تنوین کی پانچ قسمیں ہیں (۱) تمکن (۲) تنکیر (۳) عوض (۴) مقابلہ (۵) ترنم اور ان میں سے چار قسم اسم کے ساتھ خاص ہے تو اکثر کو حکم کل کے تحت تنوین کو اسم کے ساتھ خاص کر دیا

سوال: اضافت کو اسم کے ساتھ خاص کیوں کیا

جواب: اضافت میں تین لوازمات پائے جاتے ہیں (۱) تعریف (۲) تخفیف (۳) تخصیص اور یہ تینوں اسم کے ساتھ ہیں لہذا اضافت کو بھی اسم کے ساتھ خاص کر دیا =

سوال = مسند الیہ کو اسم کے ساتھ خاص کیوں کیا

جواب: مسند الیہ نہ فعل ہوتا ہے اور نہ حرف میں اس لئے اس کو اسم کے ساتھ خاص کر لیتے ہیں =

سوال = معرب کو معرب کیوں کہتے ہیں

جواب: معرب اسم ظرف ہے الاعراب سے جس کا معنی ظاہر کرنا شئی کی جگہ ہے چونکہ اس کا اعراب ظاہر ہوتا ہے لہذا اس کو معرب کہتے ہیں =

سوال: الاعراب مشتق منہ ہے اور معرب مشتق تو اعراب کا ذکر مقدم کیوں نہیں

جواب: اس لئے کہ معرب مکان ہے اور اعراب مکین تو مکان پہلے مکین بعد میں ہوتا ہے

سوال: معرب کی تعریف میں المرکب لایا گیا جو درست نہیں کہ یہ اسم کی قسم ہے اور اسم کلمہ
کی جو مفرد ہے لہذا معرب بھی مفرد ہے

جواب: وہاں مفرد سے مراد لفظ کا جز معنی کے جز پر دلالت نہ ہونا ہے اور یہاں مرکب سے
مراد غیر کے ساتھ ملا ہوا ہونا لہذا یہ درست ہے

سوال: یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیوں کہ غلام زید میں غلام غیر کے ساتھ مرکب اور مبنی الاصل کے
مشابہ نہیں تو اس پر یہ تعریف صادق ہے

جواب: غیر سے مرکب ہونے کا مطلب اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہو غلام زید میں غلام
اپنے عامل سے مرکب نہیں لہذا مبنی ہے

سوال: تو پھر فعل ماضی جو مرکب ہو غیر کے ساتھ اور مبنی الاصل کے مشابہ بھی نہیں ہے
جیسے ضرب زید کیوں کہ یہ خود مبنی الاصل ہے

جواب: نہیں فعل ماضی معرب نہیں کیوں کہ فعل ماضی کا کوئی عامل نہیں جبکہ مرکب سے
مراد عامل سے مرکب ہو اور معرب کی تعریف اسم معرب کی تو فعل پر تو بھی
صادق نہیں۔

سوال: اظہار کی تعریف اپنے افراد پر جامع نہیں اور دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ عوامل اور معنی مقتضی سے کوئی بھی مراد نہیں بلکہ اشتراط کی طرف اشارہ ہے

جواب: اظہار سے مراد وہ حرف یا حرکت ہے اور حرف یا حرکت نہ عوامل ہے نہ معنی مقتضی المحشوارہ سے مراد معنی فاعلیت، مفعولیت، ظرفیت ہے

رفع کو رفع اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے ادا کرتے وقت نیچے کا ہونٹ اوپر کی طرف اٹھ جاتا ہے اور رفع کا معنی ہے بلند ہونا تو اسی مناسبت کی وجہ اس کو رفع کہتے ہیں۔ نصب بمعنی قائم ہونا۔ اور ان کے ادا کرتے وقت دونوں ہونٹ اپنی جگہ قائم ہو جاتے ہیں اسی وجہ سے اس کو نصب کہتے ہیں اور جر بمعنی نیچے کی طرف کھینچنا اور ان کے ادا کرتے وقت نیچے کا ہونٹ نیچے کی طرف آ جاتا ہے۔

فاعل میں رفع اور تاکید مصدر بنایا اور مفعول میں بھی لوازمات میں نہیں بنایا گیا اس لئے کہ وہ خود مصدر ہے۔

مفرد اصل ہے تثنیہ اور جمع کے مقابلے میں اور منصرف اصل ہے غیر منصرف کے مقابلے

میں اور اعراب بالحروف اور اعراب بالحرکت یہ دونوں اعراب کی قسم ہیں

اور ان دونوں میں اعراب بالحروف اصل ہے تو جو اصل ہے اس کو اصل اعراب دے

دیئے سوال : جمع مکسر کو اصل اعراب کیوں دیا حالانکہ وہ مفرد کی فرع ہے

جواب : جمع مکسر وہ ہے جس کا واحد کا وزن سلامت نہ رہے تو یہ مفرد کے حکم میں ہے اس لئے اس کو

اصل اعراب دیا گیا اور اصل میں بھی یہ ہے کہ وہ حرکات ثلاثہ ہو یہاں حرکات ثلاثہ

نہیں ہے سوال - جمع مؤنث سالم میں حالت نصب کو حالت جر کے تابع کیوں کیا

جواب : جمع مؤنث سالم یہ فرع ہے جمع مذکر سالم کی اور جمع مذکر سالم میں نصب جر کے تابع ہے

تو جو حکم اصل کا تھا - وہی حکم فرع کو بھی دے دیا =

سوال - غیر منصرف میں جر کو نصب کے تابع کیوں کیا

جواب غیر منصرف دو فرع ہونے میں فعل سے مشابہ ہے اور فعل میں دو فرع یہ ہے کہ ایک وہ مصدر سے

مشتق ہوتا ہے اور فاعل کے بغیر وہ پایا نہیں جاتا - اور جس طرح فعل پہ کسرہ اور تنوین نہیں

ہوتی تو اسی مناسبت کی وجہ سے غیر منصرف پہ کسرہ اور تنوین نہیں آتی -

الوری واخوری وغیرہ ہونو رہے میں کاف حرفِ خطاب مذکر کے ساتھ ہے

لیکن جمورے میں مونث کے ساتھ کیوں جواب جمورے کا معنی ہے دلور اور وہ

مذکر کے لئے ہیں تو معنی سمجھا جاتا کہ مذکر کا دلور جو درست نہیں ہے۔

ذوو ~~الفقہ~~ لفظ ذو یہ لفظ معروف ہے اس کی اصل ذوو تھا فعل کے

وزن پر ہے اس کی اضافت اسم جنس کی طرف کی ہے تا کہ اس کی صفت

بیان کر دیں۔ سوال تثنیہ میں اثنان اور اثنتان کو ذکر کیا لیکن کلا کلتا کو

ذکر کیوں نہیں کیا۔ جواب یہ ہے کہ یہ کلا اثنان حقیقی ہے اور حقیقی کا ذکر فرع

کے ذکر سے بہتر ہے اور اثنان یہ حقیقتہً تثنیہ نہیں بلکہ اس کے

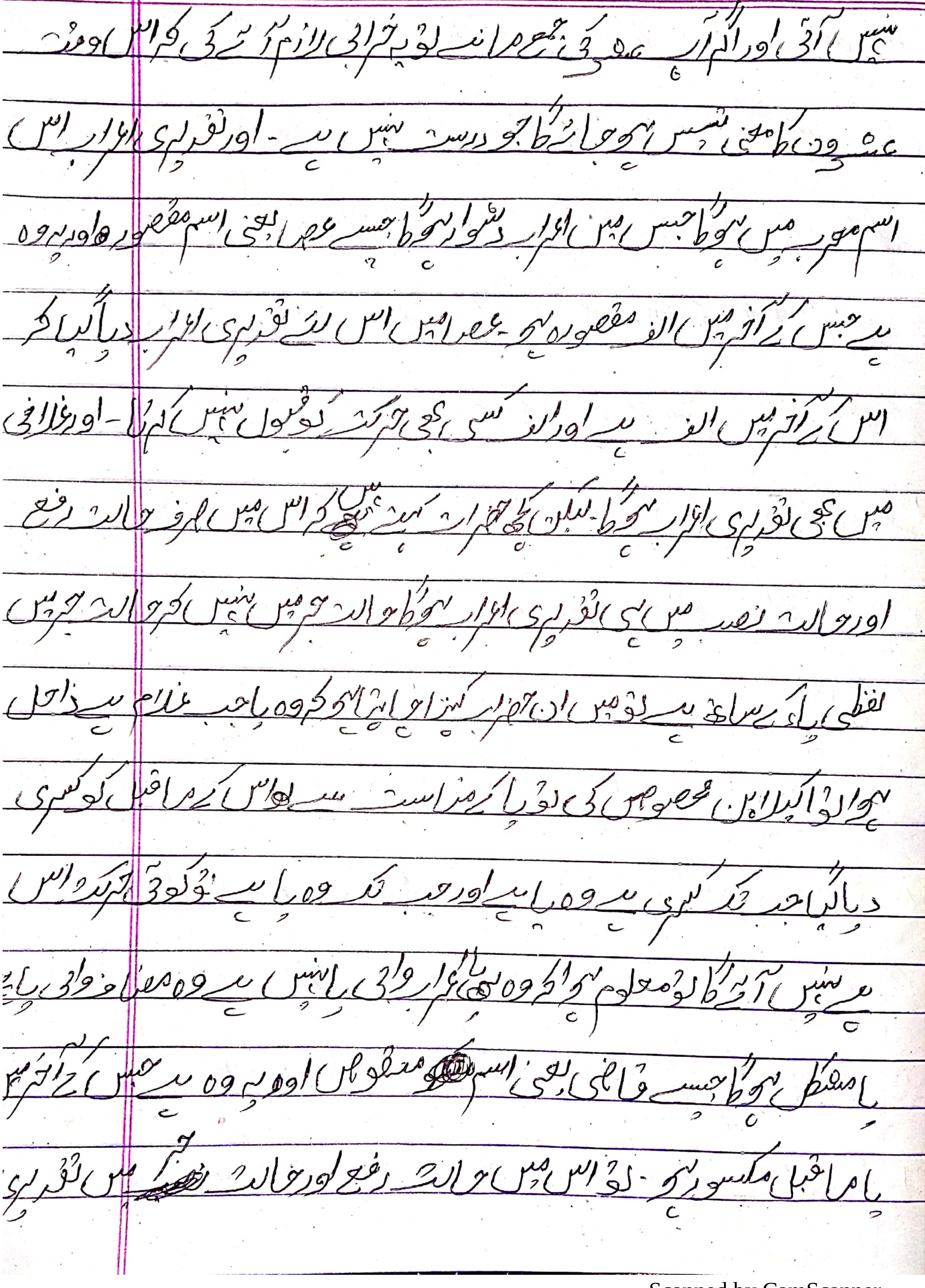
ملحقات میں سے ہے تثنیہ میں مضاف الیہ کی طرف ہونے کی قید کیوں

لگائی تو کہا جاتا ہے اگر مضاف ہو اسم کا اسم کی طرف ہو اس وقت اس کا

اعراب حرکات والا ہوتا اس لئے اس میں یہ قید لگائی۔ سوال۔ جب

جمع مذکر سالم یہ ہے تو الو وعشرون کیسے کہی گئی الو ورست بھی تو جواب دیا جاتا

ہے کہ حقیقتہً جمع نہیں ہے بلکہ اس کے ملحقات میں سے ہے۔ الوی واحد



نہیں آتی اور اگر آپ عصا کی جمع مانے تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ اس وقت

عشرون کا معنی منتس ہو جائے گا جو درست نہیں ہے۔ اور تقدیری اعراب اس

اسم معرب میں ہوگا جس میں اعراب دشوار ہوگا جیسے عصا یعنی اسم مقصور ہو اور یہ وہ

ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو۔ عصا میں اس لئے تقدیری اعراب دیا گیا کہ

اس کے آخر میں الف ہے اور الف کسی بھی حرکت کو قبول نہیں کرتا۔ اور غلامی

میں بھی تقدیری اعراب ہوگا لیکن کچھ حضرات کہتے ہیں کہ اس میں اعراب حالت رفع

اور حالت نصب میں ہی تقدیری اعراب ہوگا حالت جر میں نہیں کہ حالت جر میں

لفظی یا کے ساتھ ہے تو میں ان حضرات کہتا ہوں کہ وہ یا جب غلام سے داخل

ہوا تو کیا ان محصوص کی تو یا کے مناسبت سے اس کے ما قبل کو کسرہ

دیا گیا جب تک کسرہ ہے وہ یا ہے اور جب تک وہ یا ہے تو کوئی حرکت اس

پہ نہیں آئے گا تو معلوم ہوا کہ وہ یا بھی اعراب والی یا نہیں ہے وہ مضاف والی یا ہے

یا منقوص ہوگا جیسے قاضی یعنی اسم منقوص اور یہ وہ ہے جس کے آخر میں

یا ما قبل مکسور ہو۔ تو اس میں حالت رفع اور حالت جر میں تقدیری

اعراب ہوگا اس لئے کہ اس کے آخر میں یا ہے اور یا پر ضمہ اور کسرہ دینا دشوار ہے

اس لئے ان دو حالت میں تقدیری ہوگا لیکن حالت نصب میں لفظی یا کے ساتھ

ہوگا اس لئے کہ یہ نصب تمام حرکتوں میں آسان ہے اس لئے یا پر نصب دیا گیا

اور مسلمی سے مراد مضاف ہو جمع مذکر سالم کی طرف اس کی اصل مسلمونی تھی نون

اضافت کی وجہ سے گر گیا تو پھر ایک ہی کلمہ میں واو اور یا جمع ہو گئے تو

قاعدہ کے تحت واؤ کو یا سے بدل دیئے اور یا کو یا میں ادغام کر دیئے اور یا کے

مناسبت سے میم کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیئے تو مسلمی ہو گیا تو اس میں صرف

حالت رفع میں تقدیری اعراب ہوگا اور حالت نصب میں لفظی یا کے ساتھ

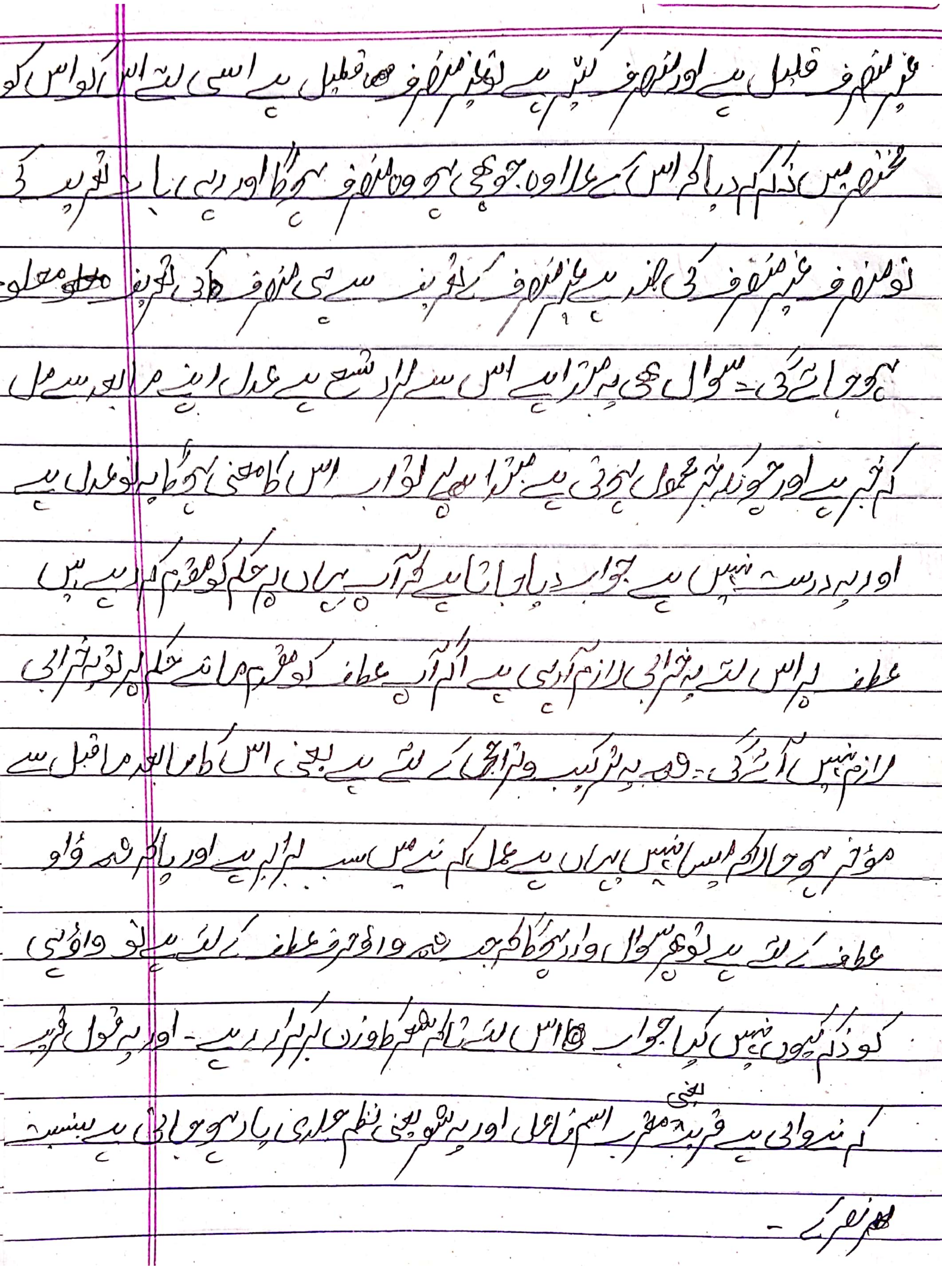
لفظی اعراب اصل ہے بہ نسبت تقدیری اعراب کے تو پھر لفظی اعراب سے تقدیری

اعراب مقدم کیوں کیا جواب اس لئے یہ قلیل ہے اس لئے اس کو پہلے ذکر کر دیا

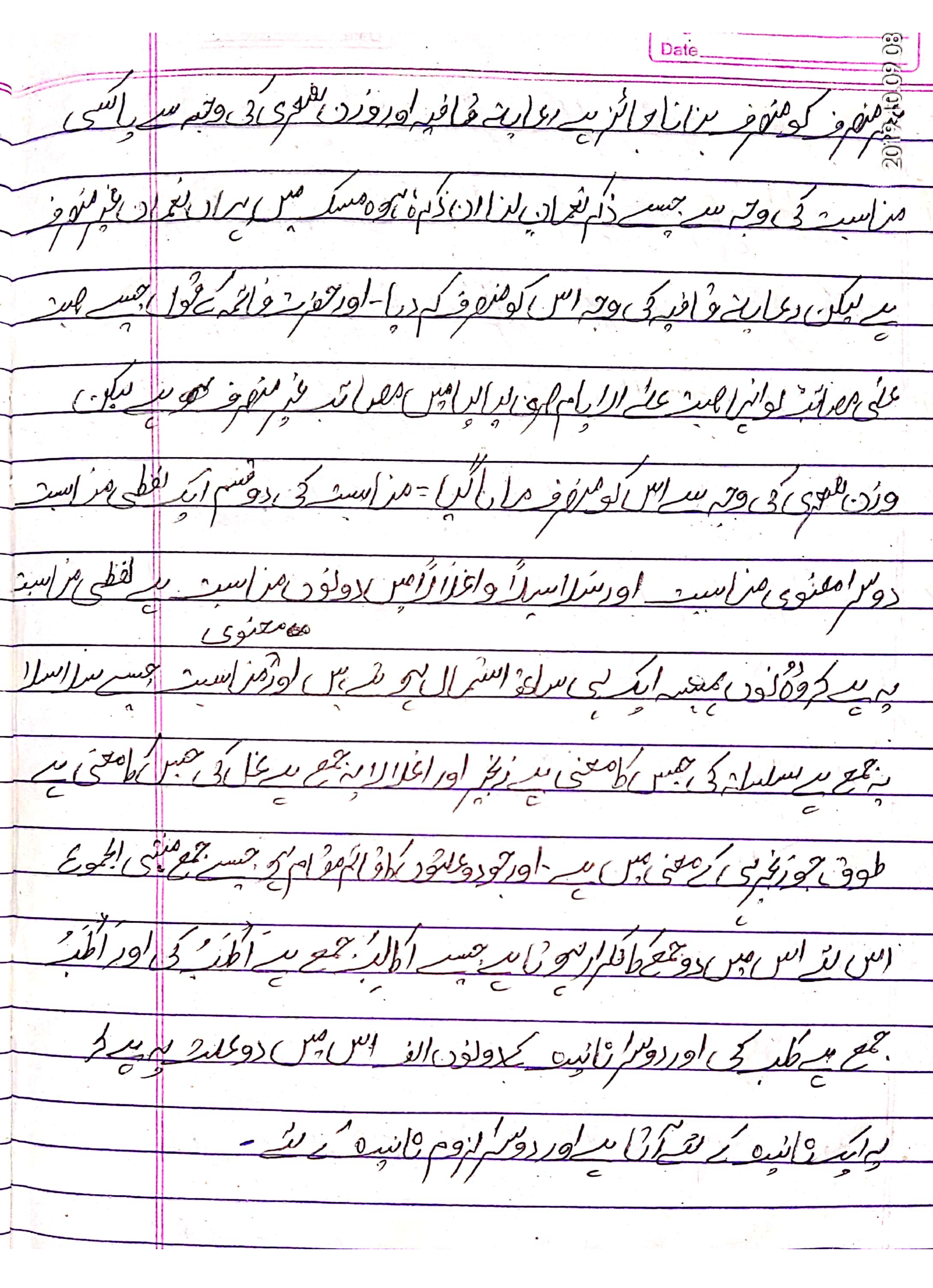
تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے علاوہ تمام میں لفظی اعراب ہوگا

غیر منصرف فرع اور منصرف اس کی اصل ہے تو پھر فرع کو اصل سے کیوں مقدم

کیا۔ اور مقدم کیا تو پہلے اس کا ذکر بھی نہیں کیا ایسے کیوں جواب دیا جاتا ہے کہ



غیر منصرف قلیل ہے اور منصرف کثیر ہے لہذا غیر منصرف قلیل ہے اسی لئے اس کو اس کو
مختصر میں ذکر کر دیا کہ اس کے علاوہ جو بھی ہو وہ منصرف ہوگا اور یہی بات تعریف کی
تو منصرف غیر منصرف کی ضد ہے غیر منصرف کی تعریف سے ہی منصرف کی تعریف معلوم
ہو جائے گی۔ سوال بھی یہ مبتدا ہے اس سے لہذا شبہ ہے عدل اپنے مابعد سے مل
کر خبر ہے اور جو کہ خبر محمول ہوتی ہے مبتدا پہ تو اب اس کا معنی ہوگا یہ تو عدل ہے
اور یہ درست نہیں ہے جواب دیا جاتا ہے کہ آپ یہاں پہ حکم کو مقدم کر رہے ہیں
عطف پر اس لئے یہ خرابی لازم آ رہی ہے اگر آپ عطف کو مقدم مانے حکم پر تو یہ خرابی
لازم نہیں آئے گی۔ وہ یہ ترکیب وترجی کے لئے ہے یعنی اس کا مابعد ماقبل سے
مؤخر ہو جاتا کہ ایسا نہیں یہاں پہ عمل کہ نو میں سب تاکید ہے اور یا کہ شعر واو
عطف کے لئے ہے تو پھر سوال وارد ہوگا کہ جب شعر واو حرف عطف کے لئے ہے تو واو ہی
کو ذکر کیوں نہیں کیا جواب اس لئے تاکہ شعر کا وزن برابر رہے۔ اور یہ قول قریب
یعنی
کہ ہونے والی ہے قریب معرب اسم فاعل اور یہ شعر یعنی نظم جاری یا ہو جاتی ہے بنسبت
پہلے شعر کے۔



Date 2019.09.08

غیر منصرف کو منصرف بنانا جائز ہے رعایت قافیہ اور وزن لفظی کی وجہ سے یا کسی

مناسبت کی وجہ سے جیسے اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ ہو المسک میں نعمان غیر منصرف

ہے لیکن رعایت قافیہ کی وجہ اس کو منصرف کر دیا۔ اور حضرت فاطمہ کے قول جیسے صبت

علی مصائب لو انہا صبت علی الایام صرن لیالیا میں مصائب غیر منصرف ہو رہے ہے لیکن

وزن لفظی کی وجہ سے اس کو منصرف مانا گیا = مناسبت کی دو قسم ایک لفظی مناسبت

دوسرا معنوی مناسبت اور سلاسلا و اغلالا میں دونوں مناسبت ہے لفظی مناسبت
معنوی

یہ ہے کہ دونوں صیغہ ایک ہی وزن پر استعمال ہو رہے ہیں اور مناسبت جیسے سلاسلا

یہ جمع ہے سلسلۃ کی جس کا معنی ہے زنجیر اور اغلالا یہ جمع ہے غل کی جس کا معنی ہے

طوق جو زنجیر ہی کے معنی میں ہے اور جو دو علتوں کا قائم مقام ہو جیسے جمع منتہی الجموع

اس لئے اس میں دو جمع کا تکرار ہو رہا ہے جیسے اکالب جمع ہے اکلب کی اور اکلب

جمع ہے کلب کی اور دوسرا تانیث کا دونوں الف اس میں دو علت یہ ہے کہ

یہ ایک تانیث کے لئے آتا ہے اور دوسرا لزوم تانیث کے لئے۔

عدل اس کو نکالنا اور اپنے صیغہ اصلیہ سے خواہ وہ نکالنا تحقیقی ہو یا تقدیری

اس سے معلوم ہوا کہ عدل کی دو قسمیں ہیں عدل تحقیقی اور عدل تقدیری ہیں عدل

تحقیقی وہ ہے جس کے غیر منصرف پڑھے جانے پر کوئی دوسری دلیل موجود ہو جیسے

ثلث و مثلث اور عدل تقدیری وہ ہے جس کے غیر منصرف پڑھے جانے پر کوئی

دوسری دلیل نہ ہو جیسے عمر وزفر: عدل تحقیقی کی مثال جیسے ثلاث و مثلث

اس کے غیر منصرف پڑھے جانے پر دوسری دلیل موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ان دونوں

کا معنی میں تین ہے جو کہ مکرر ہیں اور معنی کا تکرار لفظ کے تکرار پر دلالت کرتا ہے پس

معلوم ہوا کہ یہ اپنے لفظ سے معدول ہیں جو مکرر ہے اور وہ ثلاثہ ثلاثہ ہے

اُخر کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ دوسری دلیل یہ ہے کہ اُخر جمع ہے اُخریٰ بروزن

فعلی کا اور اُخریٰ مؤنث ہے آخر کا اور وہ اسم تفضیل ہے اور اسم تفضیل کا

استعمال تین طریقوں پر ہوتا ہے الف لام کے ساتھ یا اضافت کے ساتھ یا من کے

ساتھ اور یہاں تینوں طریقوں میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی مستعمل نہیں ہے

تو معلوم ہوا کہ یہ انہی تین طریقوں میں سے کسی کے ساتھ معدول ہے

(18

جُمَع

اس کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ دوسری دلیل یہ ہے کہ جُمَع جمعاء کی جمع ہے اور اگر
وہ جمع صفت میں ہو تو اس کی جمع فعل کے وزن پر آتی ہو۔ جیسے حمراء کی حُمر اور اگر اسم
میں ہو تو اس کی جمع فعالی یا فعلاوات کے وزن پر آتی ہے جیسے صحراء کی جمع صحاری
یا صحراوات کے وزن پر ہو اور یہاں ان طریقوں میں سے کسی کے نہیں۔ ایک کے
سوا جمع نہیں لائی گئی تو معلوم ہوا کہ انہیں میں سے کسی کے سوا معدول ہے۔
اور عدل تقدیری کی مثال جیسے عُمر و زُفَر کہ ان دونوں میں فی الواقع صرف علم تھا جو
غیر منصرف پڑھے جانے کے لئے کافی نہیں تھا اس لئے اس میں عدل کا اعتبار کر لیا گیا
کہ عمر و زفر ۔۔۔ کہ عمر عامر سے اور زفر زافر سے معدول ہے تاکہ ان کا غیر منصرف پڑھا جانا
بالکل صحیح ہو جائے۔

باب قطام کی تشریح

باب قطام - باب قطام سے مراد ہر وہ اسم ہے جو فعال کے وزن پر ہو اور اعیان مؤنثہ کا علم ہو اور غیر ذوات الراء ہو یعنی اس کے آخر میں را نہ ہو۔
باب فجار - باب فجار سے مراد ہر وہ اسم ہے جو فعال کے وزن پر ہو اور اعیان مؤنثہ کا علم ہو اور ذوات الراء ہو یعنی اس کے آخر میں را ہو

سبب بناء - اسباب بناء میں سے ایک سبب اسم کا اس کے ہم شکل ہونا جو مبنی اصل کی جگہ واقع ہوتا ہے اور معدول ہونے میں مشترک ہوتا جیسے نزال - انزل کی جگہ واقع ہوتا ہے اور وہ انزل سے معدول ہے۔

اہل حجاز کے نزدیک

اہل حجاز کے نزدیک باب قطام اور باب فجار دونوں مبنی ہیں حالانکہ ان میں اسباب بناء میں سے کوئی سبب نہیں ہے تو انہوں نے سبب بناء کی تحصیل کے لیے عدل تقدیری کا اعتبار کیا ہے چنانچہ عدل تقدیری ماننے سے مذکورہ سبب بناء حاصل ہوا کہ فجار نزال کے وزن پر ہونے کی وجہ سے اس کے ہم شکل ہے اور الفجور سے معدول ماننے پر معدول ہونے میں مشترک ہوا۔
اسی طرح قطام بھی نزال اور تراک کے وزن پر ہونے کی وجہ سے اس کے ہم شکل ہے اور قاطمہ سے معدول ماننے پر معدول ہونے میں مشترک ہوا۔

اکثر بنی تمیم کے نزدیک

اکثر بنی تمیم کے نزدیک باب فجار تو مبنی ہے لیکن باب قطام معرب غیر منصرف ہے لہذا ان کے نزدیک باب فجار میں عدل تقدیری کا اعتبار سبب بناء کے تحصیل کے لیے ہے لیکن باب قطام میں سبب بناء کے لیے نہیں کیونکہ وہ معرب ہے اور غیر منصرف کے سبب کے لیے بھی نہیں کیونکہ دو سبب پہلے ہی سے موجود ہے تانیث معنوی اور علمیت - تو باب قطام میں عدل تقدیری کا اعتبار

باب قطام کی تشریح ۲

حمل علی النظیر کے طور پر ہے یعنی باب فجار اس کے وزن پر ہونے کی وجہ سے اس کی نظیر ہے اور فجار میں عدل تقدیری کا اعتبار کیا گیا ہے تو اس میں بھی اس کو نظیر پر محمول کر کے ہونے کے عدل تقدیری کا اعتبار کیا گیا ہے۔

بعض بنی تمیم کے نزدیک

بعض بنی تمیم کے نزدیک دونوں باب معرب غیر منصرف ہے تو کسی باب میں بھی عدل تقدیری کا اعتبار نہیں کیا جائے گا نہ تو باب فجار میں سبب بنا کی تحصیل کیلئے اور نہ ہی باب قطام میں حمل علی النظیر کے طور پر۔

اس کی شرط یہ ہے کہ وہ اپنی وضع میں واصف ہو۔ اور اسم کا غلبہ اس کو ذرہ بر

نہیں دیتا یعنی وہ اپنی وضع میں واصف ہو اگر اس پر اسمیت غالب

آ جائے تو غالب آنے کے سبب سے وصف کے لئے نقصان دہ نہیں ہوگا

اور یہ منصرف ہے اس لئے کہ واضع نے اس کو وضع کیا تھا ابتداء معین کے

لئے جو تین کے بعد اور چار سے پہلے ہو۔ اسود اور ارقم غیر منصرف ہے جو سانپ

کے نام ہے اور اس کو واضع نے وضع کیا تھا اس چیز کے لئے جو سیاہ

اور چتکبرا ہو۔ مگر اسمیت اس میں غالب آگئی ہے تو پہلے ہی

کہہ دیا تھا کہ اسم کا غلبہ صفت اصلیہ کے لئے ذرہ دیتے نہیں اور اسی طرح

ادھم میں بھی کہ افعی اجدل اور اخیل کا غیر منصرف ہونا یا پڑھنا کمزور ہے

اس لئے کہ ان کا مشتق ہونا یقینی نہیں ہے بلکہ بس گمان ہے کہ

افعی فعوۃ سے مشتق ہے بمعنی خبث اور اجدل جدل سے مشتق ہے

بمعنی قوت اور اخیل خیلان سے مشتق ہے بمعنی نقص اسی گمان کی

وجہ سے ان سب کا غیر منصرف پڑھنا کمزور ہے۔

Scanned by CamScanner

التانیث = اس کی شرط یہ ہے علم ہونا ہے یہاں تانیث بالکلیہ کم پڑھانا چاہیے
ہے کہ تانیث کے دوسرے قسم بھی ہے یعنی تانیث الف مقصورہ اور الف ممدودہ
اور اسی طرح تانیث معنوی بھی (تانیث بالتاء میں وجوبی طور پر ہوتا ہے
اور تانیث معنوی میں جوازی طور پر) تانیث کے ساتھ علم ہونے کی شرط
اس لیے لگایا گیا کہ وہ کلمہ سے جدا بھی ہو جاتے ہیں جیسے قائمۃ سے قائم
اور جب اس سے جدا ہو جائے تو تانیث ختم ہو جائے گی اس لئے علمیت کا
شرط لگایا کہ علمیت شرط کی وجہ سے کلمہ سے محفوظ رہتا ہے۔ تانیث معنوی کے تاثیر
کے جواز ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ تین حرف سے زیادہ ہو اور متحرک اوسط
ہو اور عجمہ ہو۔ یہ شرط اس لئے لگائی گئی کہ غیر منصرف فرع ہے بنسبت منصرف کے تو
فرع کو اصل کی طرف منتقل کرنے کے لئے ثقالت کی ضرورت ہے اس لئے یہ شرط
لگائی گئی کہ تین حرف سے زیادہ ہونا ثقالت ہے بنسبت تین حرف کے اور متحرک اوسط
ثقالت ہے بنسبت ساکن الاوسط کے اور عجمی ہونا ثقالت ہے بنسبت
عربی ہونے کے۔ تو ثقالت کے ساتھ فرع کو اصل کی طرف منتقل کیا جائے گا

Date

اگر ھند نام رکھ دیا جائے مؤنث کا تو اس لئے شرط یہ ہے کہ وہ تین حرف سے زیادہ
ہو۔ اس لئے یہ شرط لگائی گئی کہ وہ چھوٹی حرف تانیث کے مقام میں ہو

معرفہ = اس کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو۔ سوال ہو اگر معرفہ کی سات قسمیں ہیں
ان میں سے علم کو ان کا شرط کیوں قرار دیا گیا تو کہا جاتا ہے کہ معرفہ کی جو
سات قسم ہیں ان میں سے مضمرات۔ اسمائے اشارات۔ اسمائے موصولہ یہ تینوں
تینوں مبنی ہیں تو اور منصرف غیر منصرف ہونا معرب کی قسم میں سے ہے جو مبنی
ہو وہ معرب کے قسم میں کیسے داخل ہو سکتا ہے اور معرفہ باضافت اور الف لام
یہ خود غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کر دیتا ہے تو جو غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں
کر دیتا ہے وہ غیر منصرف ہونے کا سبب کیسے بن سکتا ہے اور معرفہ بالندا تو یہ مبنی
بر ضم ہوتا ہے۔ تو رہا علم اس لئے معرفہ کو اس کا شرط قرار دے دیا گیا =

سوال = معرفہ اور علم ایک ہی تو معرفہ کو سبب اور علم کو اس کا شرط کیوں قرار دیئے ایسا
بھی ہو سکتا تھا کہ علم سبب ہو اور معرفہ اس کی شرط تو جواب دیا جاتا ہے کہ معرفہ
شکلیہ کی فرع ہونے میں زیادہ ظاہر ہے بنسبت علم کے

عجمہ: اس کی شرط یہ ہے کہ وہ عجمی لغت میں علم ہو عجمی لغت میں علم ہونے کا اعتبار

اس لیے رکھا کہ یہ عجمی الفاظ اہل عرب کے نزدیک دشوار ہے تو وہ لوگ ردوبدل

کم کرتے آسانی کے لیے اس لیے علم کا اعتبار کیا کہ علم تبدیل و تغیر سے محفوظ رہتا ہے۔

جمع: اس کی شرط یہ ہے کہ وہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو اور دو اکیلی قبول کی شرط لازمہ ہو

عوا کے لئے وہ تاء ہے جو حالت وقف میں ہاء سے بدل جاتی ہے۔ اس لیے اس کی

شرط رکھی کہ اگر کوئی جمع تاء کے ساتھ ہو تو ان مفردات سے بھی ہو جو تاء شامل

کے ساتھ آتے ہیں جیسے کہ صیاقلہ اسی آنے کی وجہ سے اس کی جمعیت میں ضعف

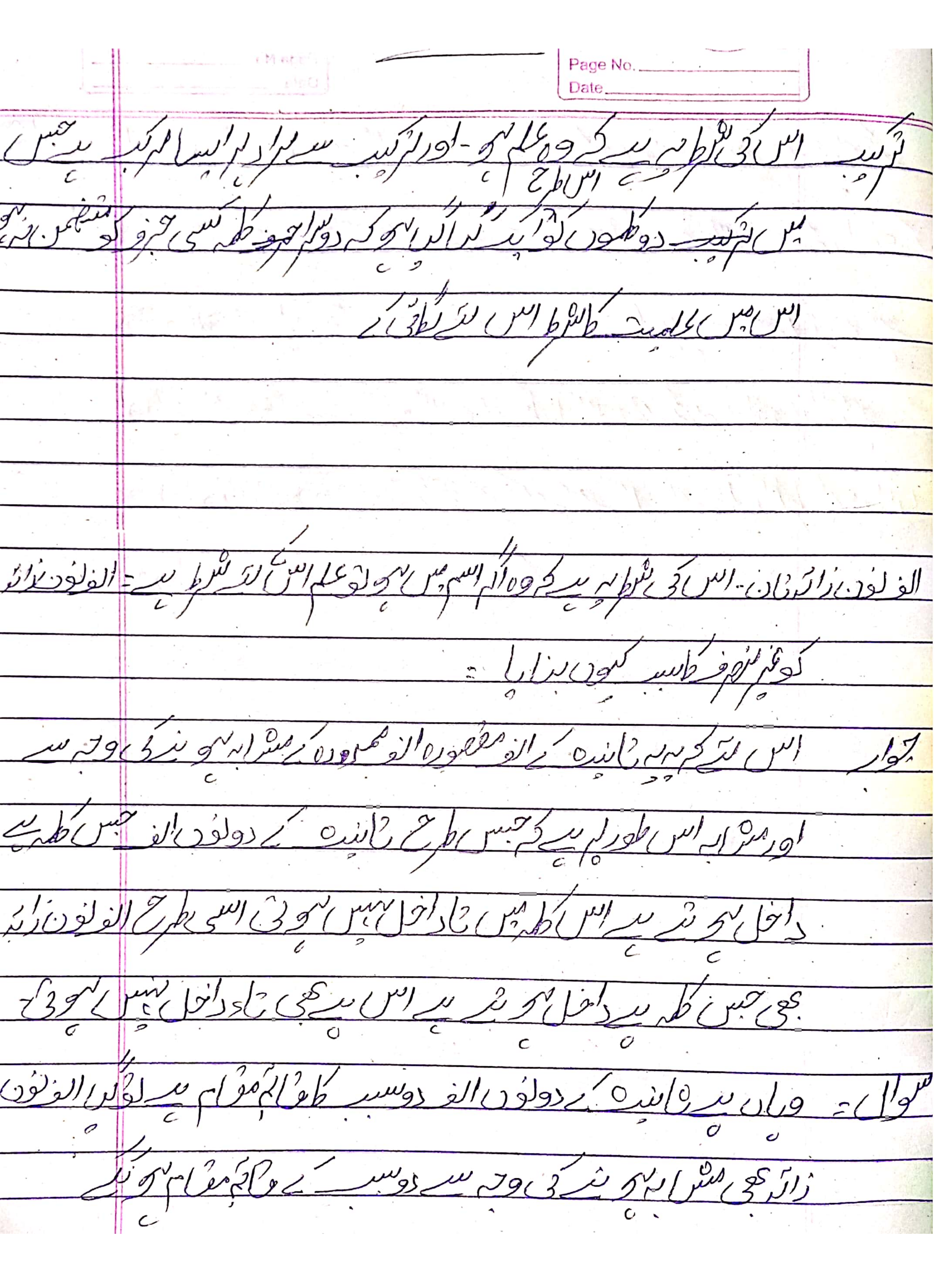
پیدا ہوگیا اسی لیے شکل زنادقہ منصرف ہے اس کے شرط فوت ہونے کی وجہ سے۔

جمع منتہی الجموع کا وزن ہونے سے یہ مراد ہے کہ پہلا حرف مفتوح ہو اور

تیسرا حرف الف جمع اور الف جمع کے بعد ایک حرف ہو تو مشدد ہوگا جیسے دوابّ

اگر الف جمع کے بعد دو حرف ہو تو مکسور ہوگا جیسے مساجد اور اگر الف جمع کے

بعد تین حروف ہو تو ساکن الاوسط ہوگا جیسے مصابیح۔



ترکیب: اس کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو۔ اور ترکیب سے مراد یہ ایسا مرکب ہے جس (اس طرح)
میں ترکیب دو کلموں کو ہو کر ایسا ہو کہ دوسرا حرف کلمہ کسی حرف کو متضمن نہ ہو
اس میں علمیت کی شرط اس لئے لگائی ہے

الف نون زائدتان: اس کی شرط یہ ہے کہ وہ اگر اسم میں ہو تو علم اس کی شرط ہے۔ الف نون زائد
کو غیر منصرف کا سبب کیوں بنایا:

جواب: اس لئے کہ یہ تانیث کے الف مقصورہ الف ممدودہ کے مشابہ ہونے کی وجہ سے
اور مشابہ اس طور پر ہے کہ جس طرح تانیث کے دونوں الف جس کلمہ پر
داخل ہوتے ہیں اس کلمہ میں تا داخل نہیں ہوتی اسی طرح الف نون زائد
بھی جس کلمہ پر داخل ہوتے ہیں اس پر بھی تا داخل نہیں ہوتی۔

سوال: وہاں پر تانیث کے دونوں الف دو سبب کے قائم مقام ہیں لیکن الف نون
زائد بھی مشابہ ہونے کی وجہ سے دو سبب کے قائم مقام ہوں گے

جواب: اس میں اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ دو سبب کے قائمقام ہوگئے
اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ نہیں ہوگئے اور یہی راجح قول ہے اس لئے کہ تانیث کا
دونوں الف میں ایک تانیث اور لزوم تانیث ہیں اور یہاں دوسرا نہیں ہے
اور اس میں علمیت کا شرط اس لئے لگایا اس لئے کہ یہ دونوں زائد ہوتے
ہیں تو جو زائد ہو وہ کلمہ سے جدا بھی ہو سکتے ہیں اس لئے علم کا شرط قرار دیا گیا
کہ وہ تبدیل و تغیر سے محفوظ رہتا ہے ۔

الف نون زائدتان

ترجمہ: الف نون اگر دونوں اسم میں ہو تو علمیت شرط ہے جیسے عمران اور اگر صفت میں ہو تو اس کی مؤنث فَعْلَانَۃٌ کے وزن پر ہونا شرط ہے اور بعض نے کہا کہ اس کی مؤنث فعلیٰ کے وزن پر ہونا شرط ہے اسی وجہ سے لفظ رحمٰن کے بارے میں اختلاف ہے لیکن سَکْرَانٌ اور نَدْمَانٌ کے بارے میں اختلاف نہیں ہے!

سوال: غیر منصرف کے تمام اسباب مصادر میں ہیں مثلاً عدل، وصف، تانیث، معرفہ، اور ترکیب وغیرہ لیکن الف و نون زائدتان مصدر نہیں ایسا کیوں؟

جواب: الف و نون بھی مصدر ہے یہاں پر حذفِ مضاف کا وقوع ہے یعنی عبارت میں مضاف الیہ مذکور ہے اور مضاف محذوف اصل میں عبارت ہے زیادۃُ الفِ والنونِ جس میں زیادۃُ مصدر مضاف ہے اور الف و نون مضاف الیہ ہے اور مضاف اور مضاف الیہ میں جزء معتبر مضاف ہوتی ہے لہٰذا دیگر اسباب کی طرح الف و نون زائدتان بھی مصادر کے قبیل سے ہے!

سوال: مصنف علیہ الرحمہ کا فشرطہٗ کا درست نہیں ہے وہ اس لیے کہ ضمیر مجرور متصل کا مرجع الف نون ہے جو کہ تثنیہ ہے جبکہ راجع یعنی ضمیر واحد ہے حالانکہ راجع اور مرجع میں مابین مطابقت ہونی چاہیے یہاں پر تو مطابقت نہ ہوئی!

جواب: ضمیر واحد اس لیے لائے تاکہ اس امر پر تنبیہ ہو جائے کہ الف و نون دونوں مل کر ایک ہی سبب ہیں!

سوال: الف و نون زائدتان کو غیر منصرف کا سبب قرار دینے کے لیے علمیت کو شرط کیوں قرار دیا گیا

جواب: عَلَم حتی الامکان تغیر و تبدل سے محفوظ رہتا ہے جبکہ الف و نون ایک عارضی شئی ہے جیسے تغیر و تبدل سے بچاؤ اور تحفظ نہیں ہے پس اسی لیے اس میں علمیت کی شرط لگا دی گئی تاکہ جب علمیت کی وجہ سے اسے تغیر و تبدل سے تحفظ مل جائے گا اس میں اتنی قوت آجائے گی اور وہ غیر منصرف ہونے کا سبب بن سکتا ہے

وزن فعل کی بحث

ترجمہ: وزن فعل کی شرط یہ ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہو جیسے شَمَّرَ اور ضُرِبَ یا اس کے شروع میں ویسی زیادتی ہو جیسے فعل کے شروع میں ہوتی ہے بشرطیکہ وہ تاء کو قبول کرنے والا نہ ہو اسی وجہ سے اَحْمَرُ غیر منصرف ہے اور یَعْمَلٌ منصرف ہے۔

سوال: وزن فعل کو غیر منصرف کا سبب قرار دینا جائز نہیں اس لیے کہ وزن تو فعل کی صفت ہے اور غیر منصرف کا سبب ہونا اسم کی صفت ہے۔

جواب: نحویوں کے یہاں یہ وزن فعل کا معنی یہ ہے کہ اسم کا ایسے وزن پر ہونا جو فعل کا وزن شمار کیا جاتا ہو وزن فعل کا یہ معنی اصطلاحی ہے جو کہ اسم کی صفت ہے تو وزن فعل کو غیر منصرف کا سبب قرار دینا درست ہے۔

سوال: ابھی کہا کہ وزن فعل کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہو یہ درست نہیں کیونکہ جب وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہوگا تو پھر غیر منصرف کا سبب کیسے ہوگا؟

جواب: فعل کے ساتھ مختص ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ اسم میں بالکل پایا ہی نہ جائے بلکہ معنی یہ ہے کہ وہ وزن فعل ابتداءً فعل میں پایا جائے اسم میں نہ پایا جائے پھر فعل سے منقول ہو کر اسم میں پایا جائے یعنی فعل کو اسم بنا لیا جائے جیسے شَمَّرَ فعل ماضی ہے لیکن بعد میں حجاج ابن یوسف کے گھوڑے کا نام رکھ دیا گیا۔

ترجمہ: جس اسم میں علمیت مؤثر ہو تو اس میں اگر علمیت کو نکرہ کیا گیا تو وہ اسم منصرف ہو جائے گا کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ علمیت مؤثر ہو کر جمع ہوتی ہے اس سبب میں جو کہ جس میں وہ شرط ہو کہ سوائے عدل اور وزن فعل کے اور یہ دونوں عدل اور وزن فعل ایک دوسرے کی ضد ہیں پس ان دونوں میں سے کوئی ایک ہی علمیت کے ساتھ جمع ہوگا پس جب غیر منصرف کی علمیت کو نکرہ کیا گیا تو وہ اسم یا کسی سبب کے بغیر باقی رہے گا یا ایک سبب کے ساتھ باقی رہے گا

خَالَفَ سِيبَوَيْهِ الْاَخْفَشَ فِيْ مِثْلِ اَحْمَرَ

ترجمہ: امام سیبویہ نے امام اخفش کی اَحْمَر جیسے اسم میں مخالفت کی کہ جب وہ علم ہو اور اسے نکرہ کیا جائے اور یہ مخالفت تنکیر کے بعد صفت اصلیہ کا اعتبار کرنے کی وجہ سے ہے امام سیبویہ پر اعتراض لازم نہیں آتا کہ حاتم جیسی صفات غیر منصرف ہو جائیں کیونکہ ایسی صورت میں حکم واحد میں دو متضاد چیزوں کا اعتبار کرنا لازم آئے گا جو کہ درست نہیں ہے غیر منصرف کی تمام اقسام الف و لام کے داخل ہونے یا مضاف ہونے کی وجہ سے کسرہ کے ساتھ مجرور ہو جاتی ہیں۔

مرفوعات کی بحث

المرفوعات = المرفوعات یا تو مبتدا محذوف کی خبر ہے جس کی اصل ھٰذہٖ المرفوعات ہے یا الف المرفوعات مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اصل میں ہے المرفوعات ھٰذہٖ ، یا المرفوعات مفعول ہے فعل محذوف کی اصل میں خُذِ المرفوعات یا یہ کہ مضاف الیہ ہے اس کا مضاف کو حذف کر کے اس کے عوض میں الف لام لایا گیا اصل میں ذکر المرفوعات یا بابُ المرفوعات ۔

ھو ضمیر کا مرجع کون مرفوعات ہے یا مرفوع ہے اگر مرفوعات ہو تو راجع اور مرجع میں مطابقت نہ ہوگی ھو ضمیر مفرد مذکر کی اور مرفوعات جمع مونث کی تو ضمیر اور مرجع میں مطابقت نہیں ہوئی

اور اگر ھُوَ ضمیر کا مرجع مرفوع مانیں تو اور مرجع میں (راجع)

مطابقت تو ہو جائی گی لیکن اِضمار قبل الذکر لازم آئے گا اس لئے

کہ اس سے پہلے مرفوع کا ذکر نہیں ہوا مرفوعات کا ذکر ہے!

الجواب۔ ھُوَ ضمیر کا مرجع مرفوعات نہیں بلکہ مرفوع ہے رہا یہ سوال

کہ اضمار قبل ذکر لازم آئے گا تو ہمیں یہ تسلیم نہیں ہے

چونکہ مرجع کا ماقبل میں ذکر ہونا ضروری ہے خواہ صراحتًا

ہو یا ضمنًا۔ مرفوع کا (ذکر) اگرچہ یہاں صراحتًا ذکر نہیں ہے

لیکن ضمنًا ہے مرفوعات کے ذکر میں مرفوع بھی مذکور ہے تو

اضمار قبل ذکر لازم نہیں آئے گا!

مرفوع وہ اسم ہے جو فاعل ہونے کی علامت پر مشتمل ہو

یہ نہیں کہا جو رافع پر ہو اس لئے کہ رافع ہی فاعل ہونے کی

علامت ہے کبھی ضمہ سے ہوتا ہے کبھی واؤ سے کبھی الف سے

ہوتا ہے ۔ جمع مذکر سالم میں واو ہے مفرد منصرف

میں ضمہ ہے اور تثنیہ میں الف ہے تو کہنا چاہیے تھا

کہ مرفوع وہ ہے جو رافع پر مشتمل ہو ۔ فاعل ہونے کی علامت

پر کیوں کہا ۔ اس لئے کہا کہ

رفع ہونے کی علامت اس لیے نہیں کہا کہ کہنے میں دور لازم

رفع ہونے کی علامت
آتا اس لئے اس دور سے بچنے کہ لئے نہیں کہا ۔

فاعل کو تمام مرفوعات پر مقدم کیوں کیا ؟

اس لئے کہ فاعل تمام مرفوعات کی اصل ہے اور باقی

مرفوعات اس سے ملحق ہے اصل ہونے کی وجہ سے مقدم

کیا ۔

شبہ فعل سے مراد اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ

اسم مصدر وغیرہ ہے ۔

اضمار قبل الذکر

ضرب غلامہ زیدٌ جائز ہے / غلامہ ترکیب اضافی زیدٌ اس کا فاعل

غلامہ میں کا ضمیر زید کی طرف لوٹ رہی ہے اور

اضمار قبل الذکر

لفظاً اور رتبتاً ہو تو جائز نہ ہوگا۔ ضرب غلامہ زیدٌ میں

تو لازم آیا ہے لیکن صرف لفظاً رتبتاً نہیں

اضمار قبل الذکر

سوال یہ ہے کہ لفظاً کیوں آیا؟

جواب لفظاً اس لئے آیا کہ ضمیر پہلے ہیں اور مرجع بعد میں آیا ہے

اور رتبتاً اس لئے نہیں آیا کہ اس لئے کہ زیدٌ ضرب کا فاعل ہے اور

فاعل کی اصل یہ ہے کہ وہ فعل سے متصل ہو اور یہاں پر زید فعل سے

متصل نہیں زید سے پہلے غلامہ ترکیب اضافی مفعول واقع ہے

تو رتبتاً اضمار قبل ذکر لازم نہیں آیا تو اضمار قبل از ذکر وہی باطل ہے جو

لفظاً بھی ہو اور رتبتاً بھی ہو!

Scanned by CamScanner

ضرب غلامہ زیدًا ترکیب جائز نہیں اس لیے کہ یہاں اضمار قبل

اضمار قبل الذکر

ذکر رتبتہً اور لفظاً لازم آیا۔ یعنی مارا زید کے غلام نے زید کو

تو یہاں غلامہ مرکب اضافی فاعل ہے اور زیدًا مفعول ہے

غلامہ میں ہ ضمیر لوٹ رہی ہے زید کی طرف لفظاً اور رتبتہً

بھی اضمار قبل ذکر لازم آیا اس لیے کہ یہاں زید مفعول ہے اس

اضمار قبل الذکر

مقام اور مرتبہ ہے ہی نہیں تو زیدًا لفظاً بھی غلامہ سے مؤخر

ہے اور رتبتہً بھی غلامہ سے مؤخر ہے۔ تو یہاں پر اضمار قبل ذکر

لفظاً بھی لازم آیا اور رتبتہً بھی لازم آیا۔ اور جو اضمار قبل ذکر

لفظاً اور رتبتہً دونوں لازم آئے وہ باطل ہو جاتا ہے۔ اس ضرب غلامہ

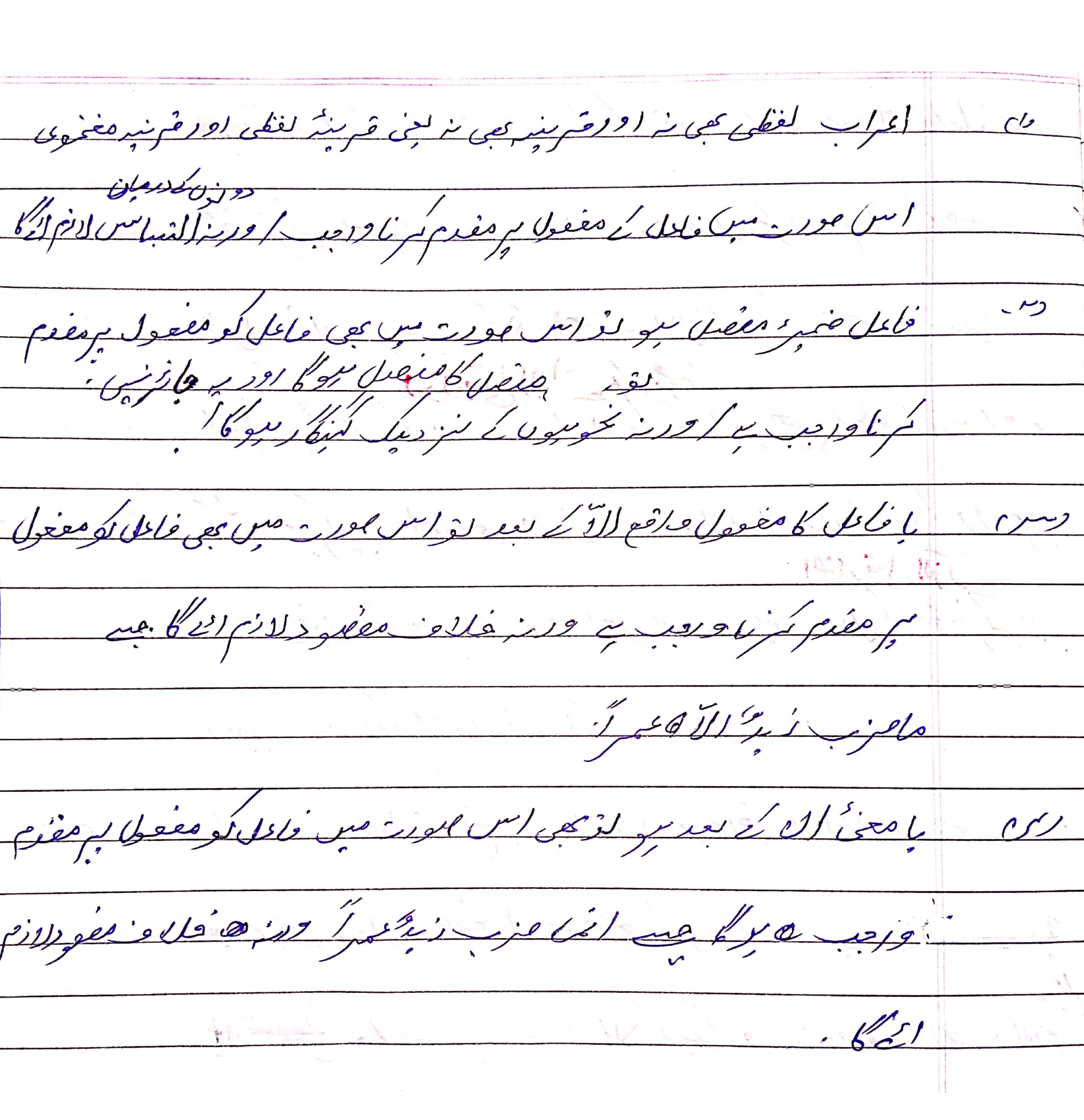
زیدًا جائز نہیں ہے۔

قرینہ کی دو قسمیں ہیں قرینہ لفظیہ، قرینہ معنیہ۔

قرینہ لفظیہ جیسے ضربت موسیٰ حبلیٰ / قرینہ معنیہ

فاعل

جیسے اکل الکمثریٰ یحییٰ (فاعل)



(۱) اعراب لفظی بھی نہ اور قرینہ بھی نہ یعنی قرینہ لفظی اور قرینہ معنوی

دونوں کے درمیان

اس صورت میں فاعل کے مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے / ورنہ التباس لازم آئے گا

(۲) فاعل ضمیر متصل ہو تو اس صورت میں بھی فاعل کو مفعول پر مقدم

تو متصل کا منفصل ہوگا اور یہ جائز نہیں

کرنا واجب ہے / ورنہ نحویوں کے نزدیک گنہگار ہوگا۔

(۳) یا فاعل کا مفعول واقع اِلّا کے بعد تو اس صورت میں بھی فاعل کو مفعول

پر مقدم کرنا واجب ہے ورنہ خلاف مقصود لازم آئے گا جیسے

ماضرب زیدٌ اِلّا عمراً

(۴) یا معنیٰ اِلّا کے بعد ہو تو بھی اس صورت میں فاعل کو مفعول پر مقدم

واجب ہوگا جیسے انما ضرب زیدٌ عمراً ورنہ خلاف مقصود لازم

آئے گا۔

جب فاعل کے ساتھ مفعول کی ضمیر متصل ہو تو فاعل کو

مؤخر کرنا واجب ہے ورنہ اضمار قبل ذکر لازم آئے گا جیسے

قولہ تعالیٰ اجب مثلاً ابْرَاهِيمَ رَبُّهُ ترجمہ آزمایا

اذ ابتلی ابراھیم ربہ

ابراھیم کو اس کے رب نے۔ تو یہاں ابراھیم مفعول ہے اور

رَبُّہٗ مرکب اضافی فاعل ہے تو اضمار قبل ذکر لازم آیا

اضمار قبل الذکر

اضمار قبل ذکر سے بچنے کے لیے اس صورت میں فاعل کو مؤخر کرنا

واجب ہے تاکہ اضمار قبل ذکر لازم نہ آئے۔

اور جب فاعل واقع ہو اِلَّا کے بعد واقع ہو تو اس صورت

میں بھی فاعل کو مفعول سے مؤخر کرنا واجب ہے جیسے

ما ضرب عمراً اِلَّا زیدٌ ورنہ خلاف مقصود لازم آئے گا

یا فاعل واقع ہو معنیٔ اِلَّا کے بعد تب بھی فاعل کو مفعول سے مؤخر کرنا واجب ہے

جیسے انما ضرب عمراً اِلَّا زیدٌ ورنہ خلاف مقصود لازم آئے گا

(۳) اور فعل کے ساتھ متصل ہو فعل کا مفعول اور وہ متصل نہ یعنی

فاعل فعل کے ساتھ متصل نہ ہو، جیسے ضربک زیدٌ یہاں مفعول

کی ضمیر فعل کے ساتھ متصل ہے اور فاعل فعل کے ساتھ متصل نہیں ہے

اب اگر فاعل کو مؤخر کرنا واجب نہ مقدم کرنا جائز ہو تو یہ ہو جائے

گا ضرب زیدٌ کَ تو ضمیر متصل کا منفصل ہونا لازم آئے تو یہ

جائز نہیں ہے ۔ تو اس صورت میں بھی فاعل کو مؤخر کرنا

واجب ہے ؛ ورنہ ضمیر متصل کا منفصل ہونا لازم آئے گا ۔

حذف فعل

فعل کو حذف کرنا جائز ہے قرینہ قائم ہونے کے جواز میں

زید کا مثل جس نے کہا من قام اس شخص کے جواب

میں زید۔

سوال یہ ہے کہ کیوں حذف کیا گیا؟

جواب قرینہ قائم ہونے کی بنا پر سوال یہ ہے کہ قرینہ کیا ہے

یہاں پر قرینہ سوال محقق ہے یہاں پر۔

سوال میں قام فعل ہے اور اس قیام کے متعلق

پوچھا جا رہا ہے تو قرینہ سوال محقق ہے تو اس بنا پر فعل کو حذف

کرنا جائز ہے

شعر لِيُبْكَ يَزِيدُ ضَارِعٌ لِخُصُومَةٍ وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيحُ

الطَّوَائِحُ ترجمہ چاہیئے کہ یزید رویا جائے اور وہ شخص جو

(ام الحوادثات) دشمن سے عاجز اور ذلیل ہے۔ اور جس کو زمانے نے پریشان کر دیا

وَلِيُبْكَ يَزِيدُ / يَزِيد رو یا جائے / اب سوال پیدا ہوا کہ یزید رو یا جائے

یعنی یزید پر رویا جائے . گویا کہ سوال پیدا ہوا کہ مَنْ یَبْکِیْہِ اس پر

کون روئے / الجواب یَبْکِیْ ضَارِعٌ لِخُصُومَةٍ روئے وہ شخص جو دشمنوں

سے عاجز ہے اور جس کو اس زمانے نے پریشان کر دیا .

یہاں پر فعل یَبْکِیْ ضَارِعٌ اس کو حذف کر دیا

اصل میں تھا وَلِیُبْکَ یَزِیدُ یَبْکِیْ ضَارِعٌ لِخُصُومَةٍ

روئے وہ شخص جو دشمنوں سے عاجز ہے

اس پہ قرینہ پائے جانے کی بنا پر فعل کو حذف کر دیا جوازاً .

(۲) وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ جیسے میں فعل کو حذف کرنا

واجب ہے . سوال یہ ھکہ جیسے سے کیا مراد ہے

کہتے ہیں کہ اس مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں فعل کا حذف کرنے پر قرینہ

ہو اور قرینہ ہونے کی بنا پر پہلے فعل کو حذف کر دیا ہو . (لطوراجواز)

اور اس کے بعد ابہام پیدا ہو گیا ہو فعل کو حذف کر دینے کی وجہ سے

اس ابہام کو دور کرنے کے لیے ایک دوسرا فعل لاکر کے اس فعل کی

تفسیر کر دیا ہو۔ اب اس فعل پہلے والے کو حذف کرنا واجب ہو گیا کیونکہ

یہ دوسرا فعل تفسیر ہے اور جس کو حذف کیا وہ ہے مفسَّر اب اگر

اس فعل کو بھی یہاں پر ذکر کر دے تو مفسِّر اور مفسَّر کا اجتماع

لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔

اس کی اصل ہے وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ
اور اگر کوئی پناہ چاہے مشرکین میں سے کوئی ایک
یہاں پر قرینہ یہ پایا گیا کہ اِنْ فعل پر داخل ہوتا ہے اسم پر نہیں

تو اس قرینہ کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا گیا

(۳) اور کبھی فعل اور فاعل دونوں کو حذف کر دیا جاتا ہے نَعَمْ کے جیسے

میں اس شخص کے جواب جس نے کہا اَقَامَ زَیْدٌ کیا زید کھڑا ہوا

نَعَمْ ہاں / اصل میں تھا نَعَمْ قَامَ زَیْدٌ یہاں پر بھی سوال محقق ہے۔
سوال محقق آنے کی وجہ سے فعل اور فاعل دونوں حذف کر دیا گیا۔

۲/۶
۹۲

تنازع فعلان

سوال : یہ کہ کس فعل کو عمل دیا جائے؟

جواب جواب دونوں فعل کو عمل دینا جائز ہے

سوال سوال یہ کہ جب دونوں فعل کو عمل دینا جائز ہے تو کیا دونوں فعل عمل دینے میں برابر ہے؟

جواب تو ایسے ہیں کہ اس میں بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف ہے۔
بصری حضرات فعل ثانی کو عمل دینے کا اختیار کیا!

اب سوال ہوا کہ کیوں دینے کا اختیار کیا۔

اس کا جواب یہ کہ فعل الثانی
اسم ظاہر کے قریب ہے اس کے قریب ہونے کی وجہ سے فعل ثانی
کو عمل دینے کا اختیار کیا

اور کوفی حضرات فعل اول کو عمل دینے کا اختیار کرتے ہیں سوال پیدا ہوا کیوں؟

اس لئے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ مقدم ہے اور مقدم اپنا حصہ پانے میں سب سے آگے ہوتا ہے۔ اس لئے فعل اول کو عمل دیا جائے گا۔

اور اگر آپ نے بصریوں کے مذہب کے مطابق فعل ثانی کو عمل دے دیا تو فعل اول میں اسم ظاہر کے موافق ضمیر لائیں گے جب وہ فاعل کا تقاضا کرے مثلاً واحد ہے تو واحد تثنیہ ہے تو تثنیہ جمع ہے تو جمع مذکر ہے تو مذکر مؤنث ہے تو مؤنث

اس کی وجہ کیا؟ تو کہتے ہیں کہ وجہ یہ ہے کہ اس ضمیر کا مرجع بھی اسم ظاہر ہوگا

فاعل کو حذف نہیں کرینگے بلکہ فاعل کی ضمیر لائینگے برخلاف کسائی کے

کسائی کہتے ہیں کہ ضمیر نہیں لائینگے حذف کر دینگے۔

بصری حضرات کہتے ہیں کہ حذف نہیں کرینگے بلکہ ضمیر لائینگے

اس لیے کہ فاعل کلام میں عمدہ ہے اور عمدہ کا حذف کرنا جائز نہیں

کسائی کہتے ہیں کہ اگر حذف نہیں کیا جائے گا تو اضمار قبل ذکر لازم آئیگا

اور جائز نہیں جیسے ضربنی و اکرمنی زید میں ضربنی میں ھو ضمیر پوشیدہ

ہے اور وہ ضمیر لوٹ رہی ہے زید کی طرف تو ضمیر پہلے اور مرجع بعد میں

ہے تو اضمار قبل ذکر لازم آیا اور یہ جائز نہیں ہے۔

بصری حضرات نے کہا آپ نے اضمار قبل ذکر سے بچنے کے لیے آپ نے عمدہ

کو حذف کرنے کو کہا اور یہ عمدہ کو حذف جائز نہیں

بصری حضرات کہتے ہیں کہ عمدہ میں اضمار قبل ذکر بشرط تفسیر جائز ہے

مفعول کا حذف

امام فراء کہتے ہیں کہ حذف کرنا بھی جائز نہیں اور ضمیر لانا بھی

جائز نہیں! حذف کرنا اس لیے جائز نہیں کہ حذف کرنے سے

عمدہ کا حذف لازم آئے گا! اور ضمیر لانا بھی جائز نہیں اس لیے

کہ ضمیر لانے سے اضمار قبل ذکر لازم آئے گا اور یہ دونوں جائز نہیں.

اس کا جواب یہ کہ اضمار قبل ذکر عمدہ میں بطور تفسیر جائز ہے

اب امام فراء کا یہ کہنا درست نہیں ہے

اس لیے ضمیر لائینگے اور فعل ثانی کو عمل دینا جائز ہوگا

اور فعل اول کی ضمیر لائینگے

اور مفعول کو حذف کردے یعنی بصریوں کے مذہب کے مطابق فعل

ثانی کو عمل دیا اور فعل اول فاعل کا تقاضا کرے تو مفعول کو حذف

کردے! کیونکہ!

اس لیے کہ مفعول کلام فضلہ ہوتا ہے اور فضلہ کا حذف کرنا جائز ہے

یہاں پر ضمیر نہیں لا ینگے اگر ضمیر لا ینگے تو اضمار قبل ذکر لازم آئے گا

اور اضمار قبل ذکر جائز نہیں ہے تیسری صورت میں

مفعول حذف کر دینگے ۔ کب حذف کرینگے جب اگر اس مفعول

کی ضرورت نہ ہو ۔ مفعول کی ضرورت نہ ہونے کا مطلب :

یعنی وہ مفعول فعل قلب کے دو مفعولوں میں سے ایک نہ ہو

اگر افعال قلب کے مفعولوں میں سے ہو تو اس حذف کرنا جائز نہ ہوگا

جیسے حسبنی وحسبت زیداً منطلقاً اب لا محالہ اس اسم ظاہر

کو لینگے جیسے حسبنی منطلقاً حسبت زیداً منطلقاً

مفعول کو عمل دینا

اگر آپ نے بصریوں کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دیا

تو فعل ثانی میں فاعل کی ضمیر لائینگے جب کہ وہ فعل فاعل کا تقاضی

کرے جیسے ضربنی و اکرمنی زید

اور مفعول کی بھی ضمیر لائینگے مذہب مختار کے مطابق

یعنی فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرے تو مفعول کی ضمیر لائینگے

مفعول کو حذف نہ کرینگے اگرچہ مفعول کا حذف کرنا جائز ہے

اس لئے کہ مفعول فضلہ ہے اور فضلہ کا حذف جائز ہوتا ہے

لیکن یہاں ضمیر لانا زیادہ مختار ہے زیادہ پسندیدہ ہے

تو اس صورت میں اضمار قبل ذکر لازم نہیں آرہا ہے

کیونکہ اسم ظاہر کو فعل اول کا فاعل بنا دیتے ہے اور

ضمیر کا مرجع وہی اسم ظاہر تو اضمار قبل ذکر لازم نہیں

آئےگا

اگر ضمیر لانے سے بھی مانع ہو حذف کرنا بھی مانع ہو تو اس کو

فعل مفعول فعل فاعل اسم ظاہر

ظاہر کریں گے جیسے حسبنی و حسبت الزیدان منطلقا چونکہ

فعل اول چاہ رہا ہے الزیدان میرا فاعل بنے اور فعل ثانی چاہ رہا ہے

الزیدان مفعول بنے اور بصریوں کے مذہب کے مطابق فعل اول

کو عمل دیا اس وجہ سے الزیدان ہے ! اب حسبت میں ضمیر لائیں گے

حذف کرنا جائز نہیں ہے ورنہ تو فعل قلب کے دو مفعولوں میں سے ایک

پر اختصار لازم آئے گا اور جائز نہیں تو یہاں پر ضمیر لائیں گے اس

اسم ظاہر کے مطابق اس لیے کہ وہی اسم ظاہر اس ضمیر کا مرجع ہے

فعل فاعل مفعول فعل فاعل مفعول

جیسے حسبنی و حسبتہما الزیدان منطلقا اب اس کے بعد منطلقا

ایک اسم ظاہر ہے فعل اول چاہ رہا ہے کہ منطلقا میرا مفعول ثانی بنے

اور حسبت چاہ رہا ہے کہ منطلقا میرا مفعول ثانی بنے اور جب

کوفیوں کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دے دیا یعنی

منطلقا کو فعل اول کا مفعول ثانی بنا دیا !

تو اب فعل ثانی میں تین صورت ہوئی ایک تو یہ کہ حذف کر دینگا

دوسری یہ کہ ضمیر لا دینگے تیسری صورت یہ کہ ظاہر کر دینگا

اب حذف کرنا جائز نہیں ہے اور ضمیر لانا بھی جائز نہیں

حذف کرنا اس لیے جائز نہیں کہ فعل قلب کے دو مفعولوں میں سے

ایک پر اختصار لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے

ضمیر لانا جائز نہیں اس لیے کہ ضمیر لائے گے تو یا تو واحد

کی یا تثنیہ کی واحد کی ضمیر لا دینگے تو دونوں مفعولوں میں مطابقت

نہ ہوگی اس لیے کہ پہلا مفعول تثنیہ ہے اور فعل قلب کے دونوں

واحد تثنیہ کی
مفعول میں مطابقت ہونا ضروری ہے اس لیے واحد کی ضمیر نہیں لا سکتے

لانا بھی جائز نہیں
اور اگر تثنیہ کی ضمیر لائے تو راجع اور مرجع میں مطابقت نہ ہوگی

اس لیے کہ
اس ضمیر کا مرجع مطلقاً ہوگا اور مطلقاً مفرد ہے تو واحد کی ضمیر

اور تثنیہ کی ضمیر بھی نہیں لا سکتے اب دو صورت باطل ہوگئی:

اب شبری صور میں لا ______ سو حالہ اس کو ظاہر کرینگے

اور کہینگے حسبی وحسبیہا متطابقین الزیدان مطلقاً

اب دونوں میں مطابقت ہو جائے گی اس لئے کہ دونوں تثنیہ ہے

ما لم یسم فاعلہ

ما لم یُسم فاعلہ جس کا فاعل حذف کر دیا گیا ہو۔ ما لم یسم فاعل

ہر وہ مفعول کو کہتے ہیں جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو اور

اس مفعول کو فاعل کی جگہ قائم کیا گیا ہو۔

اُقیمَ ھوا لابتنا یہ قاعدہ جب ضمیر متصل پر کسی چیز کا عطف

کرنا ہے تو اس کی تاکید ضمیر منفصل سے لانا ضروری ہے

یہاں پر اُقیمَ ھوا میں ھوا ضمیر پوشیدہ نائب فاعل ہے اس ضمیر مرفوع متصل

پر کسی چیز کا عطف نہیں کیا جائے گا تو پھر ھوا ضمیر مرفوع منفصل

سے اس کی تاکید کیوں لائی گئی؟

کہتے ہیں کہ اگر اس کی تاکید نہیں لاتے تو دو خرابی لازم آتی

ایک خرابی تو یہ ہوتی کہ کوئی سمجھ سکتا تھا کہ مقامہٗ منصوب

نہیں ہے بلکہ مقامہٗ مرفوع ہے اور اُقیم کا نائب فاعل ہے اُقیم مقامہٗ

اس کے مقام کو قائم کر دیا گیا ہو اور یہ معنی درست نہیں ہے۔

اور دوسری خرابی یہ لازم آسکتی تھی کہ کوئی سوچ سکتا تھا کہ اُقیمہ

میں جو ضمیر پوشیدہ ہے وہ لوٹ رہی ہے فاعل کی طرف کیونکہ اس سے

پہلے قریب میں فاعل کا ہی ذکر ہے حذف فاعلہ اور مفعول کا ذکر

اس سے بھی پہلے ہے مفعول کے لیے مفعول محذوف فاعلہ تو اُقیمہ سے پہلے

فاعل تو جو قریب ہوتا اس کو ہی مرجع بنا جاتا ہے تو اس سبب سے

ضمیر کا مرجع فاعل ہے اور اگر فاعل کو ضمیر کا مرجع قرار دے دیا جائے تو

جملہ میں خرابی لازم آئے گی معنی ہوگا فاعل کو فاعل کی جگہ قائم کر دیا

گیا ہے تو یہ دونوں احتمال کو جائز نہیں کہتے ہیں!

اور کہتے ہیں کہ باب علمت کے دوسرا مفعول اور باب اعلمت کا تیسرا مفعول

کی نائب فاعل نہیں بنا سکتے ہیں کہتے کیوں!

اس لیے کہ باب علمت کا مفعول ثانی مسند ہے مسند الیہ نہیں ہے

ایسے ہی باب اعلمت کا مفعول ثالث مسند ہے مسند الیہ نہیں ہے

اب اگر باب عَلِمْتُ کا مفعول ثانی یا باب أَعْلَمْتُ کا مفعول ثالث
کو فاعل بنا دیا جائے تو فاعل مسند الیہ ہے تو ایک ہی لفظ کا مسند
بھی لازم آتا ہے اور مسند الیہ بھی تو یہ جائز نہیں ہے!

اور ایسے ہی مفعول لہٗ اور مفعول معہٗ کو بھی نائب فاعل نہیں بنا
اس لیے کہ مفعول لہٗ کی تعریف ہے کہ وہ فعل مذکور کی
علت کو بتاتیں۔ اور ضروری نہیں کہ ہر فعل کی علت ہوں
اب اگر مفعول لہٗ جو فعل کی علت بتاتا ہے اس کو اگر نائب فاعل
بنا دیا جائے تو غیر ضروری کا ضروری ہونا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں
اور مفعول معہٗ کو بھی فاعل کی جگہ نہیں رکھ سکتے! اس کی وجہ یہ ہے
مفعول معہٗ وہ ہے جو واو بمعنی مع کے بعد ہوں اب اگر
مفعول معہٗ کو فاعل کی جگہ رکھا جائے یعنی نائب فاعل بنایا
جائے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو واو کے ساتھ یا واو کے بعد

اگر واو کے ساتھ اس کو فاعل کی جگہ رکھ دے تو مضر ہوگا اس لیے کہ واو چاہیے کہ اس کے بعد آنے والا لفظ فعل سے متصل نہ ہو جیسے جاءَ البردُ والجبات اب ... البرد کو ہٹا دیا جائے تو واو الجبات ہوگا حالانکہ فاعل چاہیے وہ فعل سے متصل ہو پس واو کے ساتھ اس کو فاعل کی جگہ رکھنے لگے تو یہ درست نہیں ہے اور اگر واو کے بغیر اس کو فاعل کی جگہ رکھیں گے تو یہ بھی درست نہیں ہے اس لیے واو کے بغیر مفعول معہ ہی نہیں ہے اور یہ بھی درست نہیں مفعول لہ اور مفعول معہ باب اعلمت کا مفعول ثانی اور باب اعلمت کا مفعول ثالث کا نائب فاعل نہیں بنا سکتے اس کے علاوہ جتنے بھی مفعول ہے اس کا بنا سکتے ہیں!

سوال یہ ہے کہ کیا سب برابر ہے نائب فاعل بننے میں یا کسی کو زیادہ یا کسی کو کم تو کہتے ہیں جب مفعول بہ پایا جائے نائب میں متعین ہو!

(۷)

اس لیے کہ مفعول اول کو سب سے زیادہ نسبت حاصل ہے مفعول

بلکہ کہ بعد جس کو چاہوں نائب فاعل بناؤں

اور باب أعطیت کا پہلا مفعول زیادہ بہتر ہے مفعول سے

باب اعطیت سے مراد ہر وہ فعل ہے جو متعدی

بدو مفعول ہو اور کسی ایک مفعول پر اکتفا جائز ہو

المبتدأ و الخبر

مرفوعات میں مبتدا اور خبر ہے۔

سوال یہ ہے کہ مبتدا اور خبر مرفوعات کی مستقل الگ الگ قسم ہے

تو دونوں کو ایک ساتھ کیوں لایا گیا؟

پہلا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ دونوں مرفوعات کے مستقل ہے لیکن

یہ دونوں لازم اور ملزوم ہے جہاں مبتدا ہوگا وہاں خبر ہوگی

جہاں خبر ہوگی وہاں مبتدا ہوگا اس لیے دونوں کو ایک ساتھ جمع کیا۔

مبتدا کی تعریف =

مبتدا وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو

مسند الیہ ہو۔

سوال یہ ہے کہ کہا گیا ہے کہ مبتدا وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو

تو عوامل عامل کی جمع ماسر ہو اور جمع کے لیے کم از کم تین کا ہونا

ضروری ہے یہ تعریف بھی درست نہیں ہو رہی ہے۔

(۳)

اگر یہ جواب دیا جائے کہ یہاں پر جمع سے مراد ما فوق کل واحد ہے

کہ کبھی ایک کے اوپر جو ہے اس کی بھی جمع یعنی دو کی جمع بنایا جاتا ہے

تب بھی بات نہیں ہوتی مطلب یہ ہوا کہ دو عوامل لفظیہ سے خالی ہو

صحیح جواب یہ ہے کہ جب جمع پر الف لام داخل ہوتا ہے

تو اس کی جمعیت باطل ہو جاتی ہے اور وہ مطلقاً استغراق

کو بیان کرتی ہے اب مطلب ہوگا عوامل لفظی کے ہر فرد سے خالی ہو

اور اگر صیغہ صفت مطابق ہو دو اسم کے وہ مفرد ہو دونوں میں جائز ہے

کس کے مطابق / اسم ظاہر کے مطابق ہو مفرد ہونے میں یعنی صیغہ صفت بھی

مفرد ہو اور اسم ظاہر بھی مفرد ہو تو دونوں وجہ جائز ہے

جیسے أقائمٌ زیدٌ ما قائمٌ زیدٌ یہ دونوں مفرد ہے اور دونوں جائز ہے

ایک تو یہ کہ صیغہ صفت مبتدا ہوا اس کا ما بعد اس کا فاعل قائم مقام

خبر ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ صیغہ صفت خبر ہوا اور اس کا

ما بعد مبتدا ہوا۔ جیسے ما قائمٌ زیدٌ یہ دونوں وجہ جائز ہے! کیوں

اس لئے کہ صیغہ صفت میں ضمیر نکالنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے

تو اضمار قبل الذکر بھی لازم نہیں آئے گا اگر اس کو خبر مقدم بنادیا

اور اس کے مابعد کو مبتداء مؤخر کر دے بر خلاف اس کے جب

تثنیہ یا جمع میں مطابق ہو۔ جیسے أقائمان الزیدان یا أقائمون الزیدون

پہلا پھر دو وجہ جائز نہیں ہے بلکہ اس وقت صیغہ صفت کا خبر ہونا متعین ہے

اس لئے کہ صیغہ صفت رفع نہیں دے رہی ہے اسم ظاہر کو مبتدا ہونے کے

رفع دینا ضروری ہے۔ رفع کیوں نہیں دے رہی ہے۔ اس لئے کہ یہ عمل کرنے

میں فعل کی طرح ہے اور فعل فاعل کو رفع دیتا ہے تو صیغہ صفت

اسم ظاہر کو رفع دے گی۔ اب اگر یہ رفع دے تی اس صورت میں

تو اسم ظاہر چاہیے تثنیہ ہو چاہیے جمع ہو ہر صورت میں صیغہ صفت مفرد ہوتا

ہے کہ وہ فعل میں یہی ہے قاعدہ کہ فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ مفرد ہوگا

تو صیغہ صفت کے تثنیہ یا جمع آنے سے یہ بات ثابت ہوگی کہ وہ اسم ظاہر کو رفع

نہیں دے گا تو خبر ہونے کے لئے متعین ہے مبتدا ہونے کی شرط یہ تھا کہ وہ اسم ظاہر کو رفع

دے

(۹) کبھی جملہ خبر ہوتی ہے

کبھی خبر جملہ ہوتی ہے جیسے زید ابوہ قائم اور زید قام ابوہ

پہلی مثال جملہ اسمیہ کی ہے اور دوسری مثال جملہ خبریہ کی ہے

خلاصہ من عائد ترجمہ جب خبر جملہ ہو تو اس میں ایک ضمیر کا

ہونا ضروری ہے جو لوٹے مبتدا کی طرف کیونکہ جملہ بذات خود

مستقل ہوتا ہے اس نے کو کسی کی ضرورت یا حاجت نہیں

ہوتی ہے، اور اگر جملہ ہو اور اس میں ایک ایسی ضمیر نہ ہو جو

مبتدا کی طرف لوٹے! تو اس صورت میں خبر کا مبتدا سے

تعلق ہی نہ رہے گا. کیونکہ جملہ ہے اور جملہ مستقل ہوتا ہے

اس لیے کہاں کہ جز جملہ ہو تو اس میں ایک ضمیر کا ہونا

ضروری ہے جو لوٹے مبتدا کی طرف تاکہ یہ ضمیر ایک پیوست

مین کا کام کرے اور خبر کا تعلق بنائے رکھے!

اور کبھی اس جملہ کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے قرینہ کے پائے جانے کی
وجہ سے جیسے البرُّ الکُرُّ بِسِتِّیْنَ دِرْہَمًا بِسِتِّیْنَ جملہ ہے
اس کے جملہ کو حذف کر دیا گیا ہے قرینہ کی وجہ سے اصل عبارت
یہ ہے البرُ الکرُّ منہُ بِسِتِّیْنَ دِرْہَمًا یہاں قرینہ یہ ہے کہ گیہوں بیچنے
والا بیچنے کے لئے گیہوں ہی کا دام بتائے گا نہ کہ کسی اور چیز کا
تو اس قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے منہُ کو حذف کر دیا

دوسرا واقع ظرفًا ترجمہ اور وہ خبر جو ظرف واقع ہو
اور اکثر حضرات اس بات پر ہیں کہ یہ جملہ کے ساتھ مقدر ہوتا ہے
یعنی خبر جب ظرف ہو تو ظرف کے لئے عامل کا ہونا ضروری ہے
اور فعل عمل کرنے میں اصل ہے اس لئے اکثر حضرات کہتے ہیں کہ وہ جملہ کے
ساتھ مقدر ہوتا ہے جو نحو زیدٌ فی الدار زیدٌ مبتدا فی الدار
خبر جو ظرف ہے!

(B)

تو ان حضرات کے نزدیک تبدیل واقع ہوگی زید کائن المستقر فی الدار

زید گھر میں مستقر ہے موجود ہے المستقر فعل محذوف ہوگا

کہتے ہیں کیوں کہ ... فعل کو محذوف مانتے ہیں اس لیے کہ

ظرف میں عامل کی ضرورت ہے اور فعل عمل میں اصل ہوتا ہے

الجواب / فعل اکثر کیا اسی سے سمجھ میں آگیا کہ بعض

حضرات ایسے ہیں جو جملہ کے ساتھ متعین نہیں رکھتے ہیں بلکہ مضمر کے

ساتھ مقدر مانتے ہیں / کیوں / یہ حضرات کہتے ہیں خبر اور ظرف کی

بات چل رہی ہے اور خبر کے اصل یہ ہے کہ مفرد ہو جملہ نہ ہو

تو زید فی الدار کی ترکیب وحدات کے مطابق ہوگی ہی نہیں

زید مستقر فی الدار

مبتدا کا وجب مقدم

(۱) ترجمہ واجب مبتدا مشتمل ہو اس پر جس کے لئے صدر کلام ہو

جیسے من ابوک کون ہے تیرا باپ من ابوک میں مبتدا کو مقدم کرنا

اس لئے واجب ہے کہ مَن حرف استفہام مبتدا ہے اور صدارت

کلام چاہتا ہے اگر مبتدا کو مقدم نہ لیا جائے بلکہ مؤخر کرنا جائز ہو

تو مبتدا کی صدارت باطل ہو جائے گی تو بطلان صدارت سے بچانے

کے لئے مبتدا کو مقدم کرنا واجب ہے ۔

(۲) اور جب دونوں کے دونوں معرفہ ہو جیسے زیدٌ المنطلق

یا المنطلقُ زیدٌ یہ دونوں معرفہ ہے اور کسی کے مبتدا ہونے پر

کوئی ذریعہ نہیں ہے تو اس صورت میں مبتدا کو مقدم کرنا واجب ہے

اگر مقدم کرنا واجب نہ ہو مؤخر کرنا جائز ہو تو التباس لازم

آئے گا مبتدا اور خبر کے درمیان تو اس صورت میں مبتدا کو

مقدم کرنا واجب ہے

اسی طرح جب تخصیص کے معنی میں جمع ملا کر ہو

اصل تخصیص میں دونوں برابر ہو خواہ کسی میں تخصیص کم ہو

کسی میں تخصیص زیادہ ہو جیسے افضلُ منکَ افضلُ منی

تجھ سے بہتر مجھ سے بہتر ہے۔ افضلُ منکَ مبتدا افضلُ منی خبر

دونوں میں تخصیص ہے کیونکہ دونوں اسم تفضیل بمعنی ہے من کے

ساتھ استعمال کیا گیا ہے افضلُ منک میں زیادہ تخصیص ہے افضلُ منی

کے بنسبت کیونکہ اس کی اضافت متکلم کی طرف ہے اور اس کی

مخاطب کی طرف تو متکلم میں زیادہ تخصیص ہے بنسبت مخاطب

کے تو دونوں تخصیص میں برابر ہے اس لئے مبتدا کو مقدم کرنا

یہاں واجب ہے کہ یہاں بھی التباس لازم آتا ہے لہذا اس

صورت میں بھی مبتدا کو مقدم کرنا واجب ہے۔

(۳) اور جب خبر مبتدا کی فعل ہو جیسے زیدٌ قام زید کھڑا ہوا

زید مبتدا ہے قائم خبر ہے اور یہ قیام اسی فعل کا فعل ہے اب اگر

اس صورت میں مقدم کرنا واجب نہ بلکہ مؤخر کرنا جائز ہو تو

مبتدا کا فاعل سے التباس لازم آئے گا تو اس التباس سے بچنے کے لئے

یہاں مبتدا کو مقدم کرنا واجب ہے

ترجمہ

(۱) جب خبر مفرد متضمن ہو اس کو جس کے لیے صدر الکلام ہے
جیسے ابن زیدٌ کہاں ہے زیدٌ

(۲) اور خبر مبتدا کے لیے مصحح ہو جیسے فی الدار رجلٌ

(۳) یا خبر کے متعلق کوئی ضمیر ہو مبتدا میں جیسے
علی التمرۃ مثلها زبدًا کھجور پر اس کے مثل مسکہ

(۴) یا اَنَّ کی خبر ہو مثلُ عندی انّکَ قائمٌ میرے نزدیک تو کھڑا ہے
تو ان تمام صورت میں خبر کو مقدم کرنا واجب ہے

---

(۱) پہلی صورت جب خبر مفرد متضمن ہے اس کو جس کے لیے
صدر کلام ہے اس وقت خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا واجب ہے

کیوں؟ اس لئے کہ خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا واجب نہ بلکہ صرف
جائز ہو تو مؤخر کرنا بھی جائز ہوگا اگر مؤخر کردینگے تو اس کی

(1) اس کی صدارت باطل ہوجائے گی اس لیے بطلانِ صدارت سے
بچنے کے لئے اور صدارت کی حفاظت کے لیے خبر کو مقدم کرنا واجب ہے

(2) دوسری صورت یا خبر مبتدا کے لیے مصحح ہو خبر ہی مبتدا کو
صحیح کرار دینے والی ہو اس صورت میں بھی خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا
واجب ہے جیسے فی الدار رجلٌ اگر واجب نہ ہو تو رجلٌ فی الدار کہیں گے
تو رجلٌ کا مبتدا واقع ہونا درست نہیں ہوگا!

(3) تیسری صورت یا خبر کے متعلق کوئی ضمیر ہو مبتدا میں تو خبر کو مقدم
کرنا واجب ہوگا ورنہ مقدم نہ کریں گے تو اضمار قبل ذکر لازم آئے گا
لفظاً اور رتبۃً اور یہ جائز نہیں ہے

(4) چوتھی صورت یا اَنَّ کی خبر ہو تو اس صورت میں بھی خبر کو مقدم کرنا
واجب ہے اگر واجب نہ ہو بلکہ مؤخر بھی کر دیں تو اَنَّ کا اِنَّ سے
التباس لازم آئے گا اس لیے کہ درمیان کلام میں ہو تو اَنَّ اور شروع کلام میں ہو تو
اِنَّ! عندی اَنَّکَ قائمٌ ہے عندی کو مؤخر کر دے اَنَّکَ قائمٌ عندی ہوگا اس لیے
اس کو مقدم کرنا ضروری ہے کہ وہ درمیان کلام میں واقع ہو اور اَنَّ ہونا متعین ہو!

کبھی خبر متعدد ہوتی ہے یعنی مبتدا ایک اور خبر چند ہوتی ہے

جیسے زیدٌ عالمٌ عاقلٌ :- خبر کے متعدد ہونے کی دو قسم ہے

ایک بالعطف اور بغیر العطف :- بالعطف کی مثال زیدٌ وعالمٌ وعاقلٌ

وفاضلٌ وغیرہ / بغیر العطف کی مثال زیدٌ عالمٌ عاقلٌ یہاں پر

ایک ہی قسم بیان کیا بغیر العطف کو بالعطف کو بیان نہیں کیا

اس لیے کہ بالعطف بہت مشہور و معروف ہے اس کو بیان کرنے کی

ضرورت نہیں ہے / مبتدا ایک ہو اور خبر چند ہو ایسا جائز

ہے؟ کیسے ہے کیوں / وہ اس لیے کہ مبتدا بامنزل موصوف ہے اور

خبر بامنزل صفت ہے اور ایک موصوف کی چند صفت ہوتی ہے

اس لیے ایک مبتدا کی چند خبریں جائز ہے /

ترجمہ

اور کبھی مبتدا معنیٔ شرط کو متضمن ہو تو خبر میں فا کا داخل ہونا صحیح ہوتا ہے

اور وہ مبتدا جو معنیٔ شرط کو متضمن ہو وہ اسم موصول ہے جو فعل یا ظرف

کے ساتھ ہو یا وہ نکرہ ہے جو فعل یا ظرف کے ساتھ متصف ہو

جیسے فعل کی مثال الذی یاتینی فلہٗ درھمٌ وہ جو میرے پاس آئے

اس کو ایک درہم ہے۔ الذی اسم موصول ہے یاتینی فعل کے ساتھ ملا ہوا ہے

ظرف کی مثال جیسے الذی فی الدار فلہٗ درھمٌ وہ جو گھر میں ہے

اس کے لیے ایک درہم ہے۔

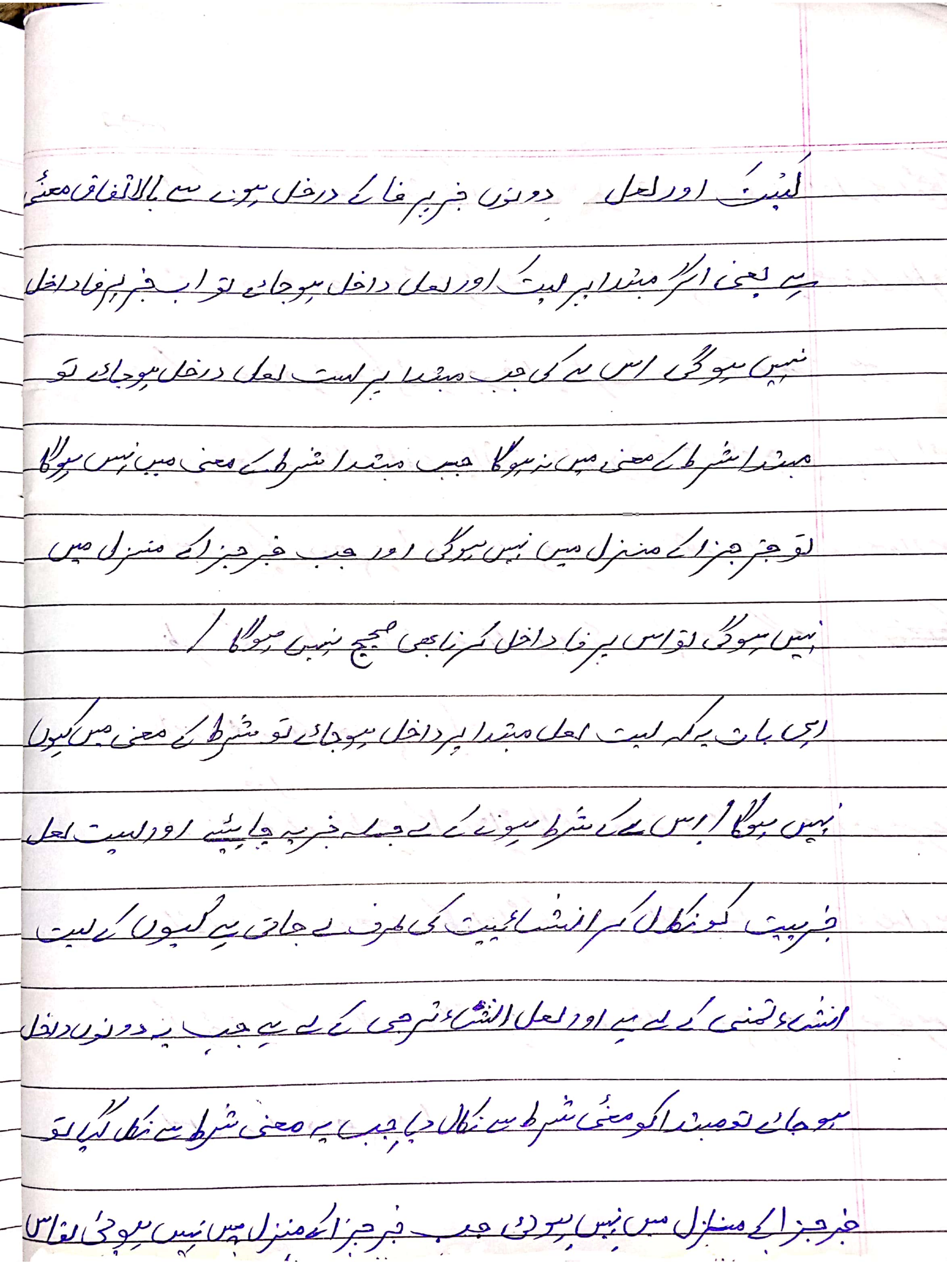
فعل

اور نکرہ کی مثال جیسے کل رجلٍ یاتینی فلہٗ درھمٌ ہر وہ مرد جو میرے پاس

آئے اس کے لیے درہم ہے کل رجلٍ نکرہ ہے یاتینی فعل کے ساتھ متصل ہے

نکرہ ظرف کی مثال جیسے کل رجلٍ فی الدار فلہٗ درھمٌ ہر وہ مرد جو گھر میں ہے

اس کے لیے درہم ہے۔



لیت اور لعل دونوں خبر پر فا کے داخل ہونے سے بالاتفاق معنیٰ

ہے یعنی اگر مبتدا پر لیت اور لعل داخل ہو جائے تو اب خبر پر فا داخل

نہیں ہو گی اس لیے کہ جب مبتدا پر لیت لعل داخل ہو جائے تو

مبتدا شرط کے معنی میں نہ ہو گا جب مبتدا شرط کے معنی میں نہیں ہو گا

تو خبر جزا کے منزل میں نہیں ہو گی اور جب خبر جزا کے منزل میں

نہیں ہو گی تو اس پر فا داخل کرنا بھی صحیح نہیں ہو گا ۔

اہم بات یہ کہ لیت لعل مبتدا پر داخل ہو جائے تو شرط کے معنی میں کیوں

نہیں ہو گا اس لیے کہ شرط ہونے کے لیے جملہ خبریہ چاہیئے اور لیت لعل

خبریت کو نکال کر انشائیت کی طرف لے جاتی ہے کیوں کہ لیت

انشاء تمنی کے لیے ہے اور لعل انشاء ترجی کے لیے ہے جب یہ دونوں داخل

ہو جائے تو مبتدا کو معنیٰ شرط سے نکال دیا جب یہ معنی شرط سے نکل گیا تو

خبر جزا کے منزل میں نہیں ہو گی جب خبر جزا کے منزل میں نہیں ہو گی تو اس

تو اس پر فا داخل نہیں ہوگا اس لئے کہ لیت لعل یہ دونوں خبر پر

فا کے داخل ہونے سے بالاتفاق مانع ہے

ترجمہ: بعض حضرات نے اِنَّ مکسورہ کو لیت اور لعل کے ساتھ لاحق کیا

مطلب یہ ہے کہ جس طرح سے لیت اور لعل خبر میں فا کے داخل ہونے

سے مانع ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ ایسے ہی اِنَّ خبر میں فا کے داخل

ہونے سے مانع ہے کیوں؟ ان کی دلیل یہ ہے کہ شرط و جزا تردید کے لئے

ہوتی ہے اور اِنَّ تحقیق کے لئے آتا ہے اور جب اِنَّ داخل ہوگیا تو

تردید ختم ہوگئی اور تحقیق پیدا ہوگیا لہذا شرط و جزا بھی اپنے معنی

میں نہیں رہا تو اس لئے اس کی خبر میں فا داخل نہیں ہوگا۔

بعض نے کہا یہ قول ضعیف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ اِنَّ تحقیق

کیلئے ہے لیکن اِنَّ داخل ہونے کے بعد بھی شرط و جزا کو خبریت سے نکال

کر انشائیت میں داخل نہیں کرتا۔

جس طرح لیت لعل خبریت سے نکال کر انشائیت میں کرتا ہے

پس جب وہاں شرط و جزا یا جزا معنی خبریت موجود ہے تو اس جزا میں

فا کا دخول صحیح ہوگا ۔

دوسرا اعتراض یہ وارد ہوگا جس طرح بعض حضرات نے اِنَّ کے

تعلق سے کہا ہے اِنَّ جزا میں فاء کے دخول سے معنًی ہے ایسے ہی

بعض نے اَنَّ کے بارے میں بھی کہا ہے کہ اِنَّ کو ذکر کیا اَنَّ کو ذکر کیوں نہیں کیا

کہنا چاہیے تاکہ الحق بعضہم اِنَّ و اَنَّ بہما ترجمہ بعض حضرات نے اِنَّ اور

اَنَّ کو دونوں کے ساتھ لاحق کیا ۔ اَنَّ کو کیوں ذکر نہیں کیا ۔

کہتے ہیں کہ اِنَّ کے قائلین بہت معتبر اور مستحض حضرات ہیں جیسے

امام سیبویہ وغیرہ ۔ برخلاف اَنَّ کے قائلین کے وہ حضرات اتنے مشہور اور

اور جیسا امیں قابل ہے اس لیے قائلین کی طرف نسبت کرتے ہوئے اِنَّ کو

ذکر کیا اور اَنَّ کو ذکر نہیں کیا ۔

ترجمہ اور کبھی مسند الیہ کو حذف کیا جاتا ہے قرینہ پائے جانے کی وجہ سے بطور جواز

اور وہ قرینہ خواہ لفظیہ ہو یا مقالیہ یا حالیہ ہو جیسے چاند دیکھنے والے کا قول

الہلالُ واللہِ چاند خدا کی قسم ! یہاں پر اصل میں تھا ھٰذا الہلالُ واللہ

یہ چاند خدا کی قسم ! یہاں قرینہ یہ ہے کہ چاند دیکھنے والا چاند کے بارے میں بتا رہا ہے

یہاں پر قرینہ قرینۂ حالیہ ہے اسی علمیت کی وجہ سے ھٰذا مبتدا کو حذف

کر دیا اور واللہ کی اضافت اہلِ عرب کی عادت کے مطابق ہے اگر واللہ

قسم کے بعد ذکر نہ کیا جاتا تو یہ احتمال ہوتا کہ شاید یہاں پر الہلال

مرفوع نہیں بلکہ منصوب ہے اور اس سے پہلے فعل محذوف ہے جیسے رائیتُ الہلالَ

مبتدا کے محذوف کی مثال نہیں بن پاتی جب واللہ کی طرف کر دیا جو قسم ہے

تو یہاں فعل محذوف نہیں بلکہ مبتدا محذوف ہے سوال کیا جا سکتا ہے

کہ مبتدا کے محذوف ہونے کی مثال آپ نے دی یہاں یہ بھی ہو سکتا ہے

الہلالُ ھٰذا خبر محذوف ہے الہلالُ خود مبتدا ہے اور ھٰذا خبر محذوف ہے

کہتے ہیں جناب اگر خبر محذوف مانتے ہیں مبتدا محذوف نہیں مانتے تو مطلب

میں خرابی لازم آئے گی کیونکہ یہاں چاند دیکھنے والے کا مقصود یہ ہے کہ ایک چیز

پہلے سے موجود ہے اس کی طرف اشارہ کر کے ثبوت الہلال کا حکم لگایا

نہیں ہوگا

اور یہ کب ہوگا جب مبتدا محذوف مانا جائے گا ھذا الہلال ورنہ درست

ترجمہ

اور خبر کو بھی حذف کیا جاتا ہے بطور جواز جیسے خرجت فاذا میں نکلا

اچانک پھاڑ کھانے والا درندہ کھڑا تھا یہاں پر موجود خبر محذوف ہے

قرینہ فاذائیہ ہے جو کسی شئی کو اچانک ہونے پر دلالت کرتا ہے اور وہ

دلالت کرتا ہے فعل عام کے محذوف ہونے پر جیسے موجود وغیرہ

موجود افعال عاملہ میں سے ہے اس کو حذف کرنے سے اذا قائم ہو گیا

ترجمہ: خبر کو حذف کیا جاتا ہے اس صورت میں جب اس کی جگہ میں اس کے غیر کو لازم
کر دیا گیا ہو تو اس صورت میں خبر کو حذف کرنا واجب ہے اس لیے کہ اگر خبر کو
وجوبی طور پر حذف نہ کیا جائے بلکہ ذکر بھی کیا جائے تو اس صورت میں اس کا اجتماع
لازم آئے گا۔ جیسے لولا زید لکان کذا اگر زید نہ ہوتا تو ایسا ہوتا۔ اس سے مراد ہر وہ جگہ
ہے جہاں مبتدا لولا کے بعد واقع ہو اور خبر افعال عامہ میں سے ہو۔ لولا کا بعد
عامہ میں دلالت کرتا ہے لولا اس دلالت کی وجہ سے افعال عامہ حذف کر دیے جاتے ہیں
اور لولا کا جواب قائم مقام ہو جیسے لولا زید موجود لکان کذا اگر زید موجود نہ ہوتا
تو ایسا ہو جاتا۔ زید مبتدا ہے اور موجود خبر افعال عامہ میں سے ہے۔ جس پر دلالت
کرنے والا لولا موجود ہے تو اس قرینہ کی وجہ سے اسے حذف کر دیا جاتا ہے لیکن اس کے
آگے لکان کذا یہ جواب لولا اس کی جگہ قائم ہے تو قرینہ بھی پایا گیا اور قائم مقام بھی
اور جب قائم مقام پایا جائے تو خبر کا حذف کرنا واجب ہے۔

اور مثال ضربی زیداً قائماً اس سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں مبتدا مصدر ہو اور اس

کی اضافت فاعل یا مفعول کی طرف کی جائے اور اس کے بعد فاعل یا مفعول سے یا دونوں

سے حال واقع ہو تو ایسی جگہ میں خبر کو حذف کرنا واجب ہے یہ اصل میں تھا

ضربی زیداً حاصل اذا کان قائماً میرا زید کو مارنا پایا گیا حاصل طور پر جب کہ وہ کھڑا تھا

ہے یا پھر اذا کان پہ متعلق ہے حاصل سے اس حاصل کو حذف

کر دیا کہ اذا کان اسی کے متعلق دلالت کرنے والا ہو جائے اور پھر اذا کان کو

حذف کر دیا قائماً کی وجہ سے اس لیے کہ قائماً حال ہے اور حال ظرف میں ایک

خاص قسم کی مشابہت ہے اس لیے اذا کان کو حذف کر دیا تو قائماً اصل میں

قائم مقام میں اذا کان کے اور اذا کان قائم مقام ہے حاصل کے تو اذا کان کے واسطے سے

قائماً قائم مقام ہوا حاصل کے جو خبر ہے خبر کو قائم مقام پانے کی وجہ سے حذف

کرنا واجب ہو گیا۔ ورنہ تو اس میں خلف کا اجتماع لازم آتا اور یہ جائز نہیں ہے

NOTES (سبق)

(۳) وکلّ رجلٍ وضیعتہٗ ہر شخص اپنی صنعت اور حرفت کے ساتھ ہے اس سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جہاں خبر معنی مقارنت کو شامل ہو اور واو مع کے ذریعہ سے کسی اسم کو اس خبر پر عطف کیا جائے اصل میں تھا کلّ رجلٍ مقرونٌ وضیعتہٗ = مقرونٌ خبر ہے معنی مقارنت کو شامل ہے اس کو حذف کر دیا کہ قرینہ اس پر واو بمعنی مع ہے اب اس واو بمعنی مع کے ذریعہ سے اس دوسرے اسم کو خبر پہ عطف کیا گیا ہے اور وہی اس کے قائم مقام ہے تو اس صورت میں خبر کو حذف کرنا واجب ہو گیا ورنہ اصل خلف کا اجتماع لازم آتا اور یہ جائز نہیں ہے۔

(۴) ولعمرک لافعلنّ کذا تیری زندگی کی قسم میں ضرور ایسا کرونگا اس سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جہاں مبتدا مقسوم بہ ہو اور لفظی قسم ہو اصل عبارت یہ ہے لعمرک قسمٌ لافعلنّ کذا میرے عمر کی تیرے زندگی کی میری قسم میں ضرور ایسا کرونگا تو عمرک مقسوم بہ مبتدا ہے لفظ قسمٌ خبر ہے اس خبر کو حذف کر دیا اس پر قرینہ یہ ہے کہ لام قسمیہ اس پر بلا اتفاق ہے دلالت پر قرینہ موجود ہے اور جواب قسم لافعلنّ کذا اس خبر کی جگہ قائم مقام ہے تو اب خبر کے ساتھ قرینہ قائم مقام موجود ہے اس لئے خبر کو حذف کرنا واجب ہے ورنہ تو اصل و خلف کا اجتماع لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے

٢١/٤/٩٢

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لائے نفی جنس کی خبر

ترجمہ: لا کی خبر جنس کی نفی کرنے کے لیے وہ مسند ہوتی ہے اس کے داخل ہونے کے بعد جیسے لا غلام رجل ظریف فیھا یہاں پر ظریف خبر اول ہے اور فیھا خبر ثانی اور دونوں مسند ہیں لا کے داخل ہونے کے بعد۔

ترجمہ: اور لائے نفی جنس کی خبر اکثر محذوف ہوتا ہے۔ جب کہ اس کی خبر افعال عامہ میں سے ہو کیونکہ لائے نفی جنس اس پر دلالت کرتا ہے۔

ترجمہ: بنو تمیم اس کو ثابت ہی نہیں مانتے۔ اس کا دو مطلب ہے ایک یہ کہ اس کو محذوف مانتے ہیں بطور وجوب یعنی مذکور ہونا ثابت نہیں مانتے ہے جیسے لا اھلا ولا سھلا یہاں پر خبر محذوف ہے اور اس کا محذوف ہونا واجب ہے اور دوسرا مطلب یہ کہ وہ لائے نفی جنس کی خبر کو ثابت نہیں مانتے ہے کہ یعنی نہ تو لفظا نہ تقدیرا مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ لائے نفی جنس کی خبر ہے ہی نہیں اس کا وجود ہی نہیں جیسے التفعل مالو ولا اھلو یہاں پر خبر محذوف ماننے کی کوئی محل نہیں ہے۔

ترجمہ: ما اور لا مشابہ بلیس کا اسم یہ دونوں لیس کا مشابہ ہے اسمیت پر داخل ہونے میں۔ جیسے لیس نفی کا معنی دیتا ہے ویسے ہی ما اور لا بھی نفی کا معنی دیتا ہے جیسے لیس اسم پر داخل ہوتا ہے ویسے ہی ما اور لا بھی داخل ہوتا ہے اس معنی پر ان دونوں کو لیس سے مشابہت حاصل ہے۔

ترجمہ: ما اور لا کا اسم وہ ہے جو مسند الیہ ہوتا ہے ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد جیسے ما زید قائما اور لا رجل افضل منک اس میں زید ما کا اسم ہے اس کے داخل ہونے کے بعد اور لا رجل میں رجل لا کا اسم ہے اس کے داخل ہونے کے بعد۔

ترجمہ: اور وہ لا میں شاذ ہے یعنی لیس کا عمل ما اور لا کے مشابہ ہے لیس اور عمل میں شاذ ہے جیسے لیس حال کی نفی کرتا ہے اور لا مضارع میں استقبال کی نفی کے لیے ہے اور اسمی میں حال کی نفی کے لیے ہے بر خلاف ما کے لیس بھی نفی حال کے لیے اور ما بھی نفی حال ہی کے لیے ہے اور لیس کا عمل ما میں کامل ہے اس لیے لیس کی مشابہت ناقص ہوگی اس لیے کہا گیا ہے لا میں شاذ ہے

المنصوبات

ترجمہ: اسم منصوب وہ ہے جو مشتمل ہو مفعول ہونے کی علامت پر

منصوبات یا تو منصوبٌ کی جمع ہے یا تو منصوبۃٌ کی جمع ہے!
دونوں ماننا درست نہیں ہے!
منصوبٌ کی جمع ماننا درست اس لیے نہیں ہے کہ منصوبات جمع مؤنث سالم ہے تو واحد بھی مؤنث ہونا چاہیے!
اور منصوبۃٌ کی جمع اس لیے نہیں ہو سکتا کہ وہ اسم کی صفت ہے اس میں ہے تو اس کی صفت بھی مذکور ہونا چاہیے لہذا منصوبۃٌ کی بھی جمع نہیں ہوگا
مذکور

منصوبات منصوبٌ ہی کی جمع ہے رہا آپ کا کہنا کہ منصوبات یہ جمع مؤنث سالم ہے اس کا واحد بھی مؤنث ہونا چاہیے یہ تو ہمیں تسلیم نہیں ہے! موصوف مذکر لا یعقل کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے تو یہ موصوف مذکور غیر ذوی العقول کی صفت ہے اس لیے منصوبات الف اور تاء کے ساتھ آیا!

سوال: یہ ہے کہ ھو ضمیر کا مرجع کون ہے! اگر منصوبات ہو تو راجع اور مرجع میں مطابقت نہ ہوگی اور اگر ھو ضمیر کا مرجع منصوب ہو تو الاضمار قبل الذکر لازم آئے گا! اس لیے کہ منصوبات تو مذکور ہے منصوب نہیں ہے اس جواب یہ ہے کہ ھو ضمیر کا مرجع منصوب ہی ہے اور منصوبات کے ضمن میں منصوب مذکور ہے اس لیے کہ کہا گیا ہے کہ منصوبات منصوبٌ کی جمع ہے اور جمع کے ضمن میں مفرد ہوتا ہے

مفعول ہونے کی علامت فتح، کسرہ، الف اور یا ہے جیسے رأیت زیدا و مسلمات و اباک و مسلمین

سوال ہوتا ہے کہ آپ نے کہا کہ منصوب وہ ہو مفعولیت کی علامت پر مشتمل ہو تو یہاں پر مفعولیت کی علامت ہونے کے باوجود وہ منصوب نہیں ہے جیسے مررت بمسلمات یہاں پر مسلمات علامت مفعولیت کے کسرہ پر مشتمل ہے لیکن اس کے باوجود وہ منصوبات میں سے نہیں ہے وہ تو مجرورات میں سے ہے

جواب یہ ہے کہ تعریفات میں حیثیت کا اعتبار ہوتا ہے اور یہاں بھی حیثیت کی قید معتبر ہوگی لہٰذا عبارت کا یہ ہے کہ اسم منصوب وہ ہے جو مفعولیت کی علامت پر مشتمل ہو مفعولیت کی علامت ہونے کی حیثیت سے اور یہاں مررت بمسلمات میں مفعول کی علامت تو ہے لیکن مفعول ہونے کی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ مجرور کی حیثیت سے ہے لہٰذا یہ اس پر یہ تعریف صادق نہیں آئے گی اور جب یہ تعریف اس پر صادق نہیں آئے گی تو تعریف دخول غیر سے مانع ہوگی!

مفعول مطلق

مفعول مطلق کو تمام منصوبات میں مقدم کیا ! کیوں

جواب ایک وجہ تو یہ کہ مقدم کرنے کا کہ مفعول مطلق کے علاوہ جو دیگر منصوبات
ہیں دیگر مفاعل ہیں وہ کسی نہ کسی قید کے ساتھ مقید ہے جیسے مفعول بہ
بہ کی قید کے ساتھ مفعول لہ لہ کی قید کے ساتھ مفعول معہ معہ کی قید کے ساتھ وغیرہ
برخلاف مفعول مطلق کے وہ کسی کے ساتھ قید میں نہیں ہے اور مطلق کا
مقام یہ ہے کہ وہ طبعاً مقدم ہو تو ذکر میں بھی مقدم کر دیا تاکہ ذکر طبعاً
کے مطابق ہو جائے !

سوال یہ ہے کہ جناب مفعول مطلق بھی تو مطلق کے قید کے ساتھ مقید ہے

جواب یہ ہے کہ قید وہ ہوتا ہے جو مقید سے خارج ہو اور یہاں پر
مفعول مطلق میں مطلق اس مفعول کے نفس مفہوم سے خارج نہیں ہے
بلکہ صرف نفس مفہوم کی ادائیگی میں موجود ہے اس لیے قید نہ ہوگی

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس لیے مقدم کیا کہ مرفوعات میں اس کے فاعل کو مبتدا پر
مقدم کیا تھا اس کے اصل مرفوعات ہونے کی وجہ سے اس لیے اس کو تمام مرفوعات
پر مقدم کیا تھا اور منصوبات میں مفعول مطلق کو تمام منصوبات پر مقدم
کیا اس لیے کہ مفعول مطلق کو فاعل سے مشابہت حاصل ہے چونکہ جس طرح
فاعل کو مرفوعات پر مقدم کیا اسی طرح سے مفعول مطلق کو منصوبات پر مقدم کیا

سوال یہ ہے کہ مشابہت کیسے حاصل ہے ! جواب یہ ہے کہ فعل نام اجزائے ثلاثہ کے مجموعے کا یعنی معنی حدثی
اور زمان اور نسبت الیٰ الفاعل، یہاں پر ایک جز معنی حدثی ہے اور ایک جز نسبت الیٰ الفاعل تو یہ
بلا فعل کو جز ہونے میں فاعل سے مشابہت حاصل ہے جب مشابہت ثابت ہوگی تو
مرفوعات میں فاعل کو مقدم کیا اور منصوبات میں مفعول مطلق کو مقدم کیا !

مفعول مطلق پارٹ ۲

ترجمہ: مفعول مطلق — اس فعل کا اسم ہے جس کو کیا فعل مذکور کے فاعل نے
وہ اسی فعل کے معنی میں ہو۔

سوال: پھر مثلاً موتاً جیسے مثلاً زید موتاً میں موتاً مفعول مطلق ہے اور اس پر تعریف ثابت نہیں آرہی کیونکہ وہ اپنے افراد کو جمع نہیں ہے کیونکہ اس کے افراد زید کا فعل ہوتا تو تبھی وہ اس کے اوپر ثابت نہیں آتا۔

جواب: یہ ہے کہ یہاں فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہو کا معنی کیا ہے اس لیے کہ اس فعل کا ایجاد اس میں ہی ہوا۔
مطلب یہ ہے کہ وہ فعل مذکور کے فاعل کے ساتھ اس طرح قائم ہو کہ اس کی نسبت اس کی طرف درست ہو اگر مثلاً زید موتاً میں موتاً اس طرف نسبت ہے۔

ترجمہ: مفعول مطلق کبھی تاکید کے لیے ہوتا ہے کبھی بیان نوع کے لیے ہوتا ہے اور کبھی بیان العدد کے لیے ہوتا ہے۔ جب تاکید کے لیے ہوتا ہے تو اس کا مفہوم فعل کے مفہوم کو شامل نہ ہوا بعینہٖ فعل ہی کا مفہوم ہو۔
اور مفعول مطلق بیان النوع کے لیے اس وقت ہوتا ہے جب کہ دلالت کرے فعل کے بعض اسم پر بعض نوع پر
اور مفعول مطلق بیان العدد کے لیے اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ عدد پر دلالت کرے
جیسے جلست جلوساً، جِلسةً و جَلسةً
جلست جلوساً میں جلوساً مفعول مطلق تاکیدی ہے جس کا مفہوم جلست فعل کے مفہوم کا عین ہے۔

جلست جلسۃً میں جلوس ایک خاص قسم ہے یعنی میں خاص بیٹھنا
بیٹھا اور اگر جیم کی فتح کے ساتھ کیا جائے تو یہ عددی بیان کے
لیے ہوتا جیسے جلست مرۃً میں ایک مرتبہ بیٹھا ایسے جلست جلسۃً
میں ایک بار بیٹھا عدد کے اوپر دلالت کیا لہذا یہ عددی ہوا

ترجمہ پہلی ایک ساتھ نہ تثنیہ لائی جاتی ہے اور نہ ہی جمع

(کیوں) اس لیے کہ یہ پہلی قسم پر ایک پر دلالت کرتی ماہیت پر دلالت
کرتی ہے اور ماہیت تعدد نہیں ہوتا اور تثنیہ اور جمع ہونے کے لیے
تعدد کی ضرورت ہے اس لیے پہلی قسم کی نہ تثنیہ لائی جاتی ہے نہ جمع

برخلاف آخوانیہا اخواتہا سے مراد مفعول مطلق نوعی اور مفعول مطلق عددی

ترجمہ اور مفعول مطلق کبھی فعل کے لفظ کے علاوہ کے ساتھ ہوتا ہے
اب لغیر لفظا میں دو احتمال ہے ایک یہ کہ مادے میں اس کا غیر ہے
معنی ایک ہو اور مادے الگ ہو
دوسرا یہ کہ باب میں اس کے علاوہ ہوا فعل ہو کسی اور باب سے مفعول
مطلق ہو کسی اور باب سے لیکن دونوں کا معنی ایک ہوا جیسے قعدت جلوسًا
یہاں پر مادے میں اختلاف ہے قعدت کا مادا الگ ہے جلوسًا کا مادا الگ ہے
جیسے اس کی مثال انبتًا نبتًا انبت باب افعال سے اور نبتًا باب نصر ینصر سے
یہاں پر باب دو ہے اور معنی ایک ہے

مفعول مطلق پارٹ ۳

ترجمہ: اور کبھی مفعول مطلق کے فعل کو حذف کیا جاتا ہے قرینہ پائے جانے کی وجہ بطور جواز خواہ وہ قرینہ حالیہ ہو یا قرینہ مقالیہ ہو تو اس صورت میں فعل کو حذف کرنا جائز ہے جیسے کہ اس شخص کا کہنا قَدِمَ خیرَ مَقْدَمٍ اصل میں یہ تھا قدمتَ قُدُومًا خیرَ مَقْدَمٍ یہاں پر خیرَ مقدمٍ مفعول مطلق ہے اور قدمت کو بطور جواز حذف کر دیا ہے اور قدومًا خیرَ مقدمٍ قدومًا موصوف کو حذف کر دیا اور خیر مقدمٍ وہ صفت کو قائم رکھا اور وہی مفعول مطلق ہے

سوال: یہ کہ خیر تو اسم تفضیل ہے جو اصل میں فعل ہے مصدر نہیں ہے اور مفعول مطلق کے لیے مصدر ہونا ضروری ہے تو آپ نے اس کو مفعول مطلق کیسے قرار دے دیا

جواب: یہ کہ اسم تفضیل اگر مصدر کی صفت ہو اور اگر اسم تفضیل مصدر کی طرف مضاف ہو تو صفت ہونے کی صورت میں وہ مابعد ہوگا مصدر کی اور مضاف ہونے کی صورت میں مصدر سے پہلے ہوگا ہر صورت میں مقدر اس کے آگے ہوگا یا پیچھے ہوگا تاکہ مصدر یت اختیار کرے تو مفعول مطلق بنانے میں کوئی قباحت نہ ہوگی۔

ترجمہ: اور مفعول مطلق کے فعل کو حذف کیا جاتا وجوبًا بطور جواز سماعًا کا مطلب یہ کہ جس کا کوئی قانون مقرر نہ ہو بلکہ اہل عرب سے جیسا سنا گیا ہے ویسے ہی جیسے سقیًا ورعیًا خیبةً وجدعًا وحمدًا وشکرًا وعجبًا ان تمام مقام پر فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے بطور جواز۔

(۱) سقیًا اصل میں تھا سقاک اللّٰہ سقیًا اللہ تجھے سیراب کرے سیراب کرنا سقاک اللّٰہ کو حذف کر دیا

(۳) رعیاً اصل میں رعاک اللہ رعیاً اللہ تیری حفاظت فرمائے (حفاظت کرنا)

پہلی اور دوسری مثال دعائیہ کلمات ہے

(۳) خیبۃً اصل میں تھا خابت خیبۃً نا امید ہوا (امید ٹوٹنا)

(۴) جدعاً اصل میں تھا جدع جدعاً خدا کرے تمہارے ناک کاٹ لیے جائے

یہ دونوں بد دعا کے لیے ہے

(۵) حمداً اصل میں تھا حمدت حمداً

(۶) شکراً اصل میں تھا شکرت شکراً

(۷) عجباً اصل میں عجبت عجباً

تو ان تمام مقامات پر مفعول مطلق کے فعل کو حذف کر کے استعمال کیا ہے اور ایسے ہی معلوم ہے اس لیے مفعول مطلق کے مفاعل کے عامل ناصب کو حذف کر دیا وجوباً

یہاں پر وجوباً

مفعول مطلق پارٹ ۳

ترجمہ: جن جگہوں میں مفعول مطلق کو (کا فعل) حذف کیا جاتا ہے بطور قیاس
ایک وہ ہے جہاں مفعول مطلق مثبت واقع نفی اور معنی نفی کے بعد
اور نفی یا معنی نفی داخل ہو ایسے اسم پر جس اسم سے مفعول مطلق خبر ہو سکے
یا مفعول مطلق مکرر واقع ہو تو اس کے فعل کو بطور قیاس حذف کیا جاتا
جیسے ما انت الا سیرا" تو نہیں ہے مگر چلنے والا

یہاں پر سیرا" مفعول مطلق ہے اور ما انت یعنی نفی کے بعد واقع اور ما جو
نفی ہے وہ نفی داخل ہے انت پر / ایسے اسم پر داخل ہے جو مبتدا نہیں ہو سکتا
اور اس کا ما بعد مفعول مطلق خبر ہو جائے!

سوال پیدا کیوں مفعول مطلق یہاں پر انت کی خبر ہو سکتا
جواب پیدا اس سے نہیں ہو سکتا کہ انت کو اگر مبتدا بنا دیا جائے تو انت ذات
پر دلالت کرتا ہے اور سیرا" مفعول مطلق ہے مصدر ہے اگر اس کو خبر بنا
دیا جائے تو جو مبتدا پر محمول ہوتی ہے خبر کا مبتدا ہونا محال ہوتا ہے تو
مصدر کا حمل ہونا لازم آئے گا ذات پر،
تو مصدر کا حمل ذات پر درست نہیں ہے تو پتا چلا کہ یہاں سیرا" جو
مفعول مطلق ہے وہ مثبت واقع نفی کے بعد اور وہ نفی ایسے اسم پر داخل ہے
جس اسم سے مفعول مطلق کا خبر ہونا درست نہیں ہے

دوسری مثال معرفہ کی جیسے ما انت الا سیرا البرید یہاں پر معرفہ کی طرف اضافت ہونے کی وجہ سے
معرفہ ہے،

تیسری مثال معنی نفی کی جیسے انما انت سیرًا اور نہیں ہے کوئی مگر سیر کرتا چلتا ہے تیرے ساتھ

یہاں پر سیرًا مفعول مطلق مثبت واقع ہے معنی نفی کے بعد جو معنی نفی انما

کے داخل ہے انت اسم پر جس اسم سے مفعول مطلق کا خبر ہونا جز ہونا درست

نہیں ہے

چوتھی مثال مفعول مطلق مکرر کی جیسے زید سیرًا سیرًا زید چلتا ہے چلنا

ان دونوں جگہوں میں جہاں مفعول مطلق مثبت واقع ہے خواہ نفی یا

معنی نفی کے بعد اور وہ نفی جو داخل ہوا ہے اسم پر جس اسم سے اس مفعول مطلق

کا جز ہونا درست نہ ہو یا پھر مفعول مطلق مکرر واقع ہو ان دونوں

جگہوں میں اس کے فعل کو عامل ناصب کو حذف کیا جاتا ہے بطور

قیاس

ترجمہ: اور انھیں چند جگہوں میں سے جن جگہوں میں مفعول مطلق کے عامل ناصب کو وجوباً حذف کیا جاتا ہے بطور قیاس

ایک جگہ وہ ہے جہاں مفعول مطلق جملۂ متقدمہ کے مضمون کے فائدہ کی تفصیل واقع ہو۔ جملۂ متقدمہ کے مضمون سے مراد مصدر ہے جیسے فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً

تو انھیں مضبوطی سے باندھ لو اس کے بعد یا تو اس کو احسان کرکے چھوڑ دو یا تو فدیہ لے کر چھوڑ دو

یہاں پر شُدُّوا فعل امر ہے اور اس سے مفہوم شدہ مصدر شدُّ الوثاق ہے اب اس مصدر کا فائدہ یہ ہے کہ جب تم نے اس پکڑ لیا مضبوطی کے ساتھ تو باندھنا اور پکڑنا کے فائدہ یہ ہے کہ یا تو تم اس احسان کرو پھر اس کو چھوڑ دو یا فدیہ لو تب چھوڑو

منًّا اور فداءً یہ مفعول مطلق ہے جو تفصیل واقع ہے شدُّ الوثاق کی یہاں پر مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے اس وجہ سے کہ جملۂ متقدمہ اس کے قائم مقام ہے اگر اس کو ذکر کر دیا جائے تو اصل و خلف کا اجتماع لازم آئے گا اور یہ درست نہیں ہے

مفعول مطلق پارٹ ۵

ترجمہ

جن جگہوں میں مفعول مطلق کے فعل کو قیاسی بطور وجوب حذف کیا جاتا ہے ان میں سے ایک وہ جگہ ہے جہاں پر (مفعول مطلق) تشبیہ کے لیے واقع ہو اس حال میں کہ وہ افعال جوارح میں سے ایسے جملہ کے بعد ہو جو مشتمل ہو ایسے اسم پر جو مفعول مطلق کا ہم معنی (اسم) اور اس کے موصوف پر مشتمل ہو۔ جیسے مررت بہ فاذا لہ صوت صوت حمار یعنی میں گزرا اس کے پاس سے اچانک اس کی آواز گدھے کی آواز کی تھی اور دوسری مثال جیسے صراخ صراخ الثکلی (مررت) گزرا ایسی عورت کے پاس سے جو اس کا چیخنا اس عورت کے چیخنے کی طرح تھی جس کے بچے مر گئے ہوں۔

تفسیر

صوت حمار یہ مفعول مطلق واقع ہے تشبیہ کے لیے کیونکہ اس سے پہلے جو صوت مذکور ہے اس صوت کو تشبیہ دی گئی ہے صوت حمار پر یعنی مفعول مطلق کو اور وہ عارضے جوارح میں سے ایک عضو کا فعل ہے اور ایسے جملہ کے بعد یعنی لہ صوت ایسا جملہ ہے جو مفعول مطلق کے ہم معنی اسم اور اس اسم کے موصوف پر واقع تو اس وجہ سے مفعول مطلق کے فعل کو عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے یہ اصل میں تھا فاذا لہ صوت یصوت صوت حمار آواز نکال رہا تھا گدھے کی آواز کی طرح یہاں پر مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے اس لیے واجب ہے کہ قرینہ بھی موجود ہے اور قائم مقام بھی موجود ہے (قرینہ کیا) قرینہ یہ ہے کہ مفعول مطلق کا منصوب ہونا قرینہ ہے اس کے عامل ناصب کے محذوف ہونے پر (قائم مقام) قائم مقام یہ ہے کہ ماقبل والا جملہ یعنی لہ صوت اس کے قائم مقام ہے قرینہ اور قائم مقام پائے جانے کی وجہ سے مفعول مطلق کے فعل کو عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے

دوسری مثال صراخ صراخ الثکلی اصل میں تھا یصرخ صراخ الثکلی جو چیخ تھی یہ اس عورت کی طرح جس کا بچہ مر گیا ہو۔

یہاں پر صراخ الثکلی مفعول مطلق ہے جو واقع ہے تشبیہ کے لیے یہ بھی افعال عوامل میں سے الگ عوامل ہے اور ایسے جملہ کے بعد واقع ہے جو جملہ کے مفعول مطلق کے ہم معنی اسم اور اس کے موصوف پر مشتمل ہے۔

یہ مفعول مطلق معرفہ کی مثال ہے کہ الثکلی معرفہ بلام ہے اور اس کی طرف صراخ کی اضافت سے وہ بھی معرفہ ہو گیا ہے۔

مفعول مطلق پارٹ 6

ترجمہ
جن جگہوں میں مفعول مطلق کے فعل کو حذف کیا جاتا ہے قیاساً بطور وجوب ان میں سے ایک جگہ یہ ہے جہاں مفعول مطلق جملہ کا مضمون واقع ہو اور وہ جملہ اس کے غیر کا احتمال نہ رکھے جیسے لہ علی الف درھم اعترافاً فلاں کا مجھ پر ایک ہزار درہم ہے میں نے اعتراف کیا اعتراف کرنا

تشریح
یہاں پر اعترافاً مفعول مطلق ہے جو لہ علی الف درھم کا مضمون واقع ہے اور لہ علی الف درھم اس کے غیر کا احتمال نہیں رکھتا اس اعتبار سے کہ اس نے خود اقرار کر لیا۔ یہاں پر مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے کیونکہ یہاں پر قرینہ اور قائم مقام دونوں موجود ہیں۔
قرینہ کیا ہے؟ قرینہ یہ ہے کہ مفعول مطلق منصوب واقع ہے اس کے عامل ناصب کو حذف کیا ہے
قائم مقام کیا ہے؟ قائم مقام یہ ہے کہ جس جملے کا وہ مضمون واقع ہے وہ اس کے قائم مقام ہے اس لیے قرینہ اور قائم مقام دونوں کے ہونے کی وجہ سے مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہو گیا۔

ترجمہ: اور اس کا نام تاکید لنفسہ رکھا جاتا ہے (کیوں) اس لیے کہ جملہ متقدمہ مفعول مطلق کھلا ہوا اور ماحصر واقع ہے اس کا بھی مفہوم بعینہ وہی ہے جو مفعول مطلق کا مفہوم ہے!

ترجمہ: اور انھیں جگہوں میں سے ایک جگہ یہ بھی ہے کہ جہاں پر مفعول مطلق ایسے جملہ کا کھلا ہوا واقع ہو ماحصر بھی واقع ہو جملہ اس کے غیر کا احتمال نہ رکھے جیسے زیدٌ قائم حقاً زید کھڑا ہوا ہے واقعی میں نے اس کو ثابت کیا ثابت کرنا!

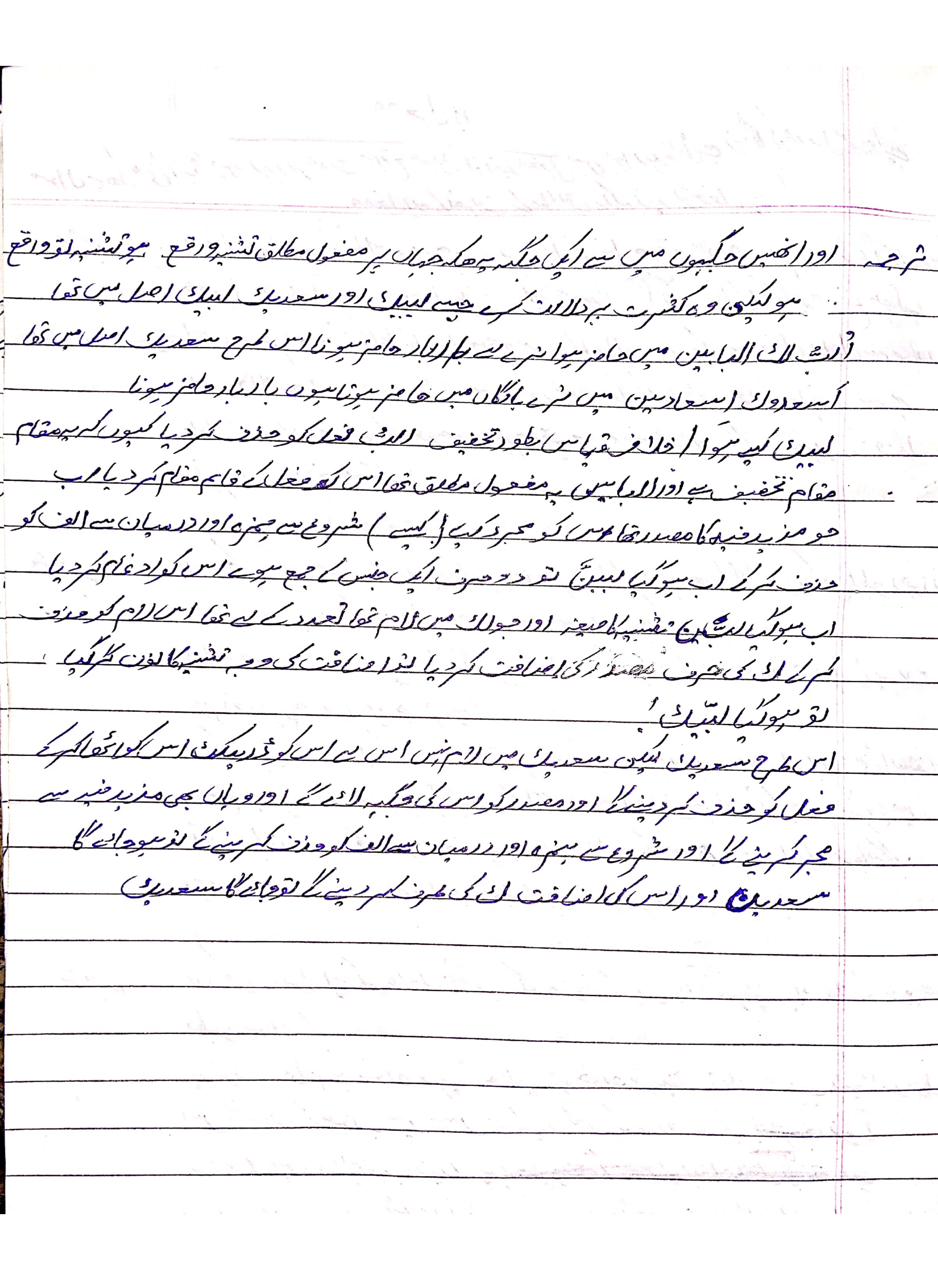
تفسیر: یہاں پر حقاً مفعول مطلق ہے جو زیدٌ قائمٌ جملہ متقدمہ کے ماحصر اور کھلا ہوا واقع ہے۔ لیکن اس کے علاوہ کا بھی زیدٌ قائمٌ احتمال رکھتا ہے اس لیے زیدٌ قائم یہ جملہ خبریہ ہے جو صدق وکذب کا احتمال رکھتا ہے تو غیر حق کا بھی احتمال رکھے گا!

سوال یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی لہ علی الف بھی صدق کذب کا احتمال وہاں بھی ہونا چاہیے تو یہ کیوں کہا کہ وہ مفعول مطلق کے علاوہ کا احتمال نہیں رکھتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ بوجہ خبر غیر کا احتمال پہلے بھی تھا لیکن یہ اعتراف ہے اس حیثیت سے وہاں غیر کا احتمال نہیں تھا اور یہاں پر ایسا کچھ نہیں ہے۔ یہاں پر بھی قرینہ اور قائم مقام موجود ہے اس لیے اس کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے

ترجمہ: اور اس کا نام رکھا جاتا ہے تاکید غیرہ (سوال یہ ہے کہ تاکید غیرہ نام رکھنا کیسے درست ہے تاکید نفس شئی کی ہوتی ہے نہ کہ غیر شئی کی)

جواب یہ ہے کہ یہاں پر بھی تو تاکید نفس شئی کی ہوتی ہے جو ماقبل میں ثابت ہوتی ہے اسی کو ثابت کیا گیا ہے حقاً سے اور تاکید غیرہ نام رکھنا صرف اعتباری ثابت کی وجہ سے اعتباری ثابت یہ ہے کہ غیر کے احتمال کا دفع کرنے کی ہے۔



ترجمہ اور انھیں جگہوں میں سے ایک جگہ یہ ہے کہ جہاں پر مفعول مطلق تثنیہ واقع ہو تثنیہ لفظ واقع
ہو لیکن وہ کثرت پر دلالت کرے جیسے لبیک اور سعدیک۔ لبیک اصل میں تھا
أُلِبُّ لَكَ إِلْبَابَيْنِ میں حاضر ہوا تیرے لیے بار بار حاضر ہونا اس طرح سعدیک اصل میں تھا
أُسْعِدُكَ إِسْعَادَيْنِ میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں بار بار حاضر ہونا
لبیک کیسے ہوا؟ خلاف قیاس بطور تخفیف الب فعل کو حذف کر دیا کیونکہ یہ مقام
مقام تخفیف ہے اور البابین یہ مفعول مطلق تھا اس کو فعل کے قائم مقام کر دیا اب
جو مزید فیہ کا مصدر تھا اس کو مجرد کیا (جیسے) شروع سے ہمزہ اور درمیان سے الف کو
حذف کر کے اب ہو گیا لببین تو دو حرف ایک جنس کے جمع ہوئے اس کو ادغام کر دیا
اب ہو گیا لبین تثنیہ کا صیغہ اور جو لک میں لام تھا تعدیہ کے لیے تھا اس لام کو حذف
کر کے ک کی طرف مصدر کی اضافت کر دیا لہذا اضافت کی وجہ تثنیہ کا نون گر گیا
تو ہو گیا لبیک۔
اس طرح سعدیک لیکن سعدیک میں لام نہیں اس لیے اس کو ڈائریکٹ اس کو اٹھا کر کے
فعل کو حذف کر دینگا اور مصدر کو اس کی جگہ لائیں گے اور وہاں بھی مزید فیہ سے
مجرد کر دینگے اور شروع سے ہمزہ اور درمیان سے الف کو حذف کر دینگے تو ہو جائے گا
سعدین اور اس کی اضافت ک کی طرف کر دینگے تو ہو جائے گا سعدیک

Scanned by CamScanner

مفعول بہ

سوال: یہ کہ مات زیدٌ میں زید پر موت واقع ہوئی تو زید مفعول نہیں ہوا زید فاعل ہے زید کو مفعول ہونا چاہیے مفعول بہ کی تعریف کے مطابق بلکہ زید تو فاعل ہے!

ترجمہ: مفعول بہ اس شئی کا اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضربتُ زیداً میں زیداً

مفعول بہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں (جواب) اور فاعل کا فعل واقع ہو گیا گیا

جواب: اس سے مراد یعنی فاعل کا فعل واقع ہونے کا مطلب ہے کہ وہ فعل فاعل سے صادر ہونے والا ہے اور موت زید سے صادر نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے فاعل کے صادر ہونے کے بعد جس پر واقع وہ مفعول بہ ہوگا تو تعریف دخول غیر سے مانع ہوگی!

ترجمہ: اور کبھی کبھی مفعول بہ فعل پر مقدم ہوا کرتا ہے۔ لیکن یہ کبھی بطور جواز مقدم ہوتا ہے اور کبھی بطور وجوب مقدم ہوتا ہے۔

بطور جواز کی مثال جیسے زیداً ضربتُ! زیداً مفعول بہ کو مقدم کر دیا یہاں پر تقدیم مفعول بہ جائز ہے!

اور کبھی کبھی مفعول بہ کو فعل پر مقدم کرنا واجب ہوتا ہے جہاں جب مفعول بہ معنی استفہام واقع ہو جیسے مَن ضربتَ (کس کو) اس لیے کہ استفہام تقاضا کرتا ہے شروع میں آنے کا! اور اس کو اگر مؤخر کر دیا جائے تو اس کی صدارت باطل ہو جائے گی۔ تو اس صورت میں مفعول بہ کو فعل پر مقدم کرنا واجب ہے!

ترجمہ: اور کبھی مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کر دیا جاتا ہے قرینہ پائے جانے کی وجہ سے بطور جواز!

یہ قرینہ عام ہے خواہ قرینہ حالیہ ہو خواہ قرینہ مقالیہ ہو جیسے زیداً اس سائل شخص کے جواب میں جس نے کہا کس کو مارو تو کہا زیداً

یہ اصل میں تھا اضرب زیداً

یہاں پر اضرب زیداً کا عامل ناصب ہے زیداً مفعول بہ کا فعل ہے اس کو حذف کر دیا جو تقاضا کرنے پر قرینہ۔ سوال مخفف ہے اس وجہ سے مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا جائز ہے

ترجمہ اور مفعول لہ کے فعل کو حذف کیا جاتا ہے وجوبی طور پر چار جگہ میں ان میں سے پہلی جگہ سماعی ہے یعنی اس کے لیے حذف پر کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے جیسا عرب والوں

پہلی مثال نے سنا ویسے حذف کیا ان جگہوں میں جیسے اِمْرَأً وَنَفْسَهُ مرد کو اس کے نفس کے ساتھ چھوڑ دو یہ اصل میں تھا اُتْرُكْ اِمْرَأً وَنَفْسَهُ تو اہل عرب یوں ہی استعمال کرتے تھے

اِمْرَأً وَنَفْسَهُ اُتْرُكْ کے حذف کے ساتھ تو یہاں پر واجب ہو گیا

دوسری مثال وَانْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ بچو تثلیث سے اور قصد کرو اس کا جو تمہارے لیے بہتر ہے

کفر تثلیث کے قائل تھے یہاں پر خیرًا لکم جو مفعول لہ ہے اس کا فعل محذوف ہے

وَاقْصُدُوْا خَيْرًا لَّكُمْ۔ اب اگر کوئی اعتراض کرے کہ جناب یہاں تو فعل مذکور ہے

وَانْتَهُوْا تو فعل تو مذکور ہے محذوف نہیں ہے!

جواب یہ کہ اگر وَانْتَهُوْا کو عامل ناصب مان لیا جائے خیرًا لکم کا تو کہا جائے گا

بچو اس سے جو تمہارے لیے بہتر ہے اور یہاں پر اصل میں ہے وَانْتَهُوْا تثلیث بچو تین

معبود ماننے سے وَاقْصُدُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اور قصد کرو اس کا جو تمہارے لیے بہتر ہے

تو اہل عرب نے ایسے استعمال کیا وَانْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ وَانْتَهُوْا کے بعد تثلیث کو اور

خیر سے پہلے قصد کو حذف کر دیا اور حذف کے ساتھ استعمال کرنا واجب ہو گیا!

تیسری مثال اَهْلًا وَسَهْلًا اس طرح اَهْلًا مفعول لہ ہے اس کا فعل حذف ہے سَهْلًا بھی مفعول لہ

ہے اس کا بھی فعل حذف ہے یہ اصل میں تھا اَتَيْتَ اَهْلًا اجانب تو اپنوں میں آیا ہے

غیروں میں اور سَهْلًا اصل میں تھا وَطِئْتَ سَهْلًا مِنَ الْبِلَادِ لَا حَزْنًا تو نے نرم زمین کو

روندا نہ کہ سخت ان جگہوں میں مفعول لہ کے عامل ناصب کو حذف کیا تو یہ اہل عرب

کے استعمال میں حذف کرنا واجب ہے!

مفعول بہ منادیٰ

ترجمہ

جہاں مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے ان میں سے ایک دوسری جگہ منادیٰ کا ہے۔ اور منادیٰ وہ شخص ہے کہ جس کی توجہ مطلوب ہو اور ایسے حرف کے ذریعے سے جو ادعو کے قائم مقام ہو خواہ وہ حرف لفظی ہو یا تقدیری۔

لفظی کی مثال جیسے یا زید۔ یہاں پر یا حرف ندا لفظاً موجود ہے اس کے ذریعے سے زید کی توجہ مطلوب ہے۔

سوال یہ تھا مفعول بہ منادیٰ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب کیوں ہے

جواب اس لئے کہ اگر اس کے عامل ناصب کو ذکر کر دیا جائے تو اصل و خلف کا اجتماع لازم آئے گا اور یہ درست نہیں ہے اس لئے حذف کرنا واجب ہے۔

تقدیری کی مثال جیسے یوسف اعرض عن ھذا۔ اے یوسف اس سے اعراض کر۔ اصل میں تھا یا یوسف اعرض عن ھذا یہاں پر یا مقدر ہے اگر یا کو مقدر نہ مانا جائے تو یوسف مبتدا ہوگا اور اعرض عن ھذا خبر ہوگا حالانکہ یہ انشاء ہے اور انشاء کا خبر بنانا جائز نہیں لہذا قرینہ ہے یا کے محذوف ہونے پر

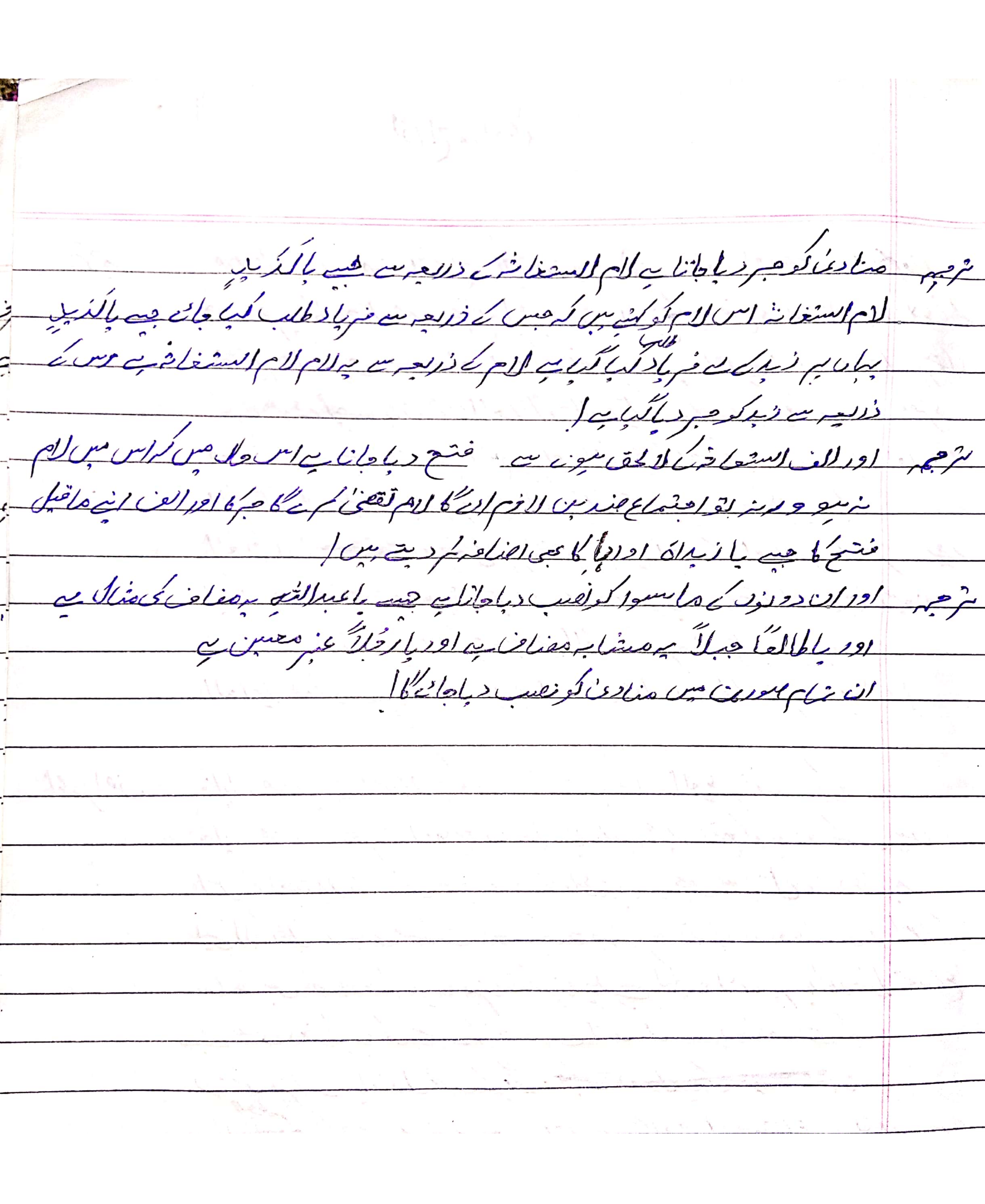
چونکہ یہاں پر یا تقدیراً موجود ہے تو مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہو گیا۔

ترجمہ

اور منادیٰ مبنی ہوگا علامت رفع پر اگر منادیٰ مفرد معرفہ ہو۔

مفرد سے مراد وہ جو مضاف اور مشابہ بہ مضاف نہ ہو۔

معرفہ سے مراد وہ جو معرفہ ندا سے پہلے بھی رہا ہو اور ندا کے بعد بھی جیسے یا زید یہ مفرد ہے یہ نہ مضاف ہے نہ مشابہ بہ مضاف ہے اور ندا سے پہلے بھی معرفہ رہا ہے اور یہ زید ندا کے بعد بھی معرفہ ہے۔



ترجمہ: منادیٰ کو جر دیا جاتا ہے لام استغاثہ کے ذریعے سے جیسے یا لَزید

لام استغاثہ اس لام کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعے سے فریاد طلب کیا جائے جیسے یا لَزید

یہاں پر زید سے فریاد طلب کیا گیا ہے لام کے ذریعے سے یہ لام لام استغاثہ ہے جس کے

ذریعے سے زید کو جر دیا گیا ہے۔

ترجمہ: اور الف استغاثہ کے لاحق ہونے سے فتح دیا جاتا ہے اس حال میں کہ اس میں لام

نہ ہو جو ہو تو اجتماع ضدین لازم آئے گا لام تقاضی کرے گا جر کا اور الف اپنے ماقبل

فتح کا جیسے یا زیداہ اور (یا) کا بھی اضافہ کر دیتے ہیں۔

ترجمہ: اور ان دونوں کے ماسوا کو نصب دیا جاتا ہے جیسے یا عبداللہ یہ مضاف کی مثال ہے

اور یا طالعاً جبلاً یہ مشابہ مضاف ہے اور یا رجلاً غیر معین ہے

ان تمام صورت میں منادیٰ کو نصب دیا جائے گا۔

توابع منادیٰ

ترجمہ

منادیٰ مبنی کے مفرد توابع تاکید صفت عطف بیان اور معطوف بحرف
جس پر یا کا دخول ممتنع ہو ایسے مفرد توابع کو رفع دیا جاتا ہے منادیٰ کے
لفظ پر حمل کرتے ہوئے اور اس کو نصب دیا جاتا ہے اس کے محل پر حمل
کرتے ہوئے جیسے یا زیدُ العاقلُ والعاقلَ یہاں پر زیدُ منادیٰ مفرد
معرفہ مبنی ہے علامت رفع پر اور العاقلُ اس کی صفت ہے تو اس کو
العاقلُ بھی پڑھنا جائز ہے اور العاقلَ بھی پڑھنا جائز ہے۔

العاقلُ ۔ مرفوع پڑھنا جائز ہے اس کے لفظ پر حمل کرتے ہوئے
کیونکہ منادیٰ مفرد معرفہ حقیقت میں معرب ہی تھا اس کا مبنی ہونا
عارضی ہے تو لفظ پر حمل کرتے ہوئے العاقلُ پڑھنا جائز ہے
العاقلَ منصوب پڑھنا جائز ہے اس کے محل کو محمول کرتے ہوئے۔

اعتراض

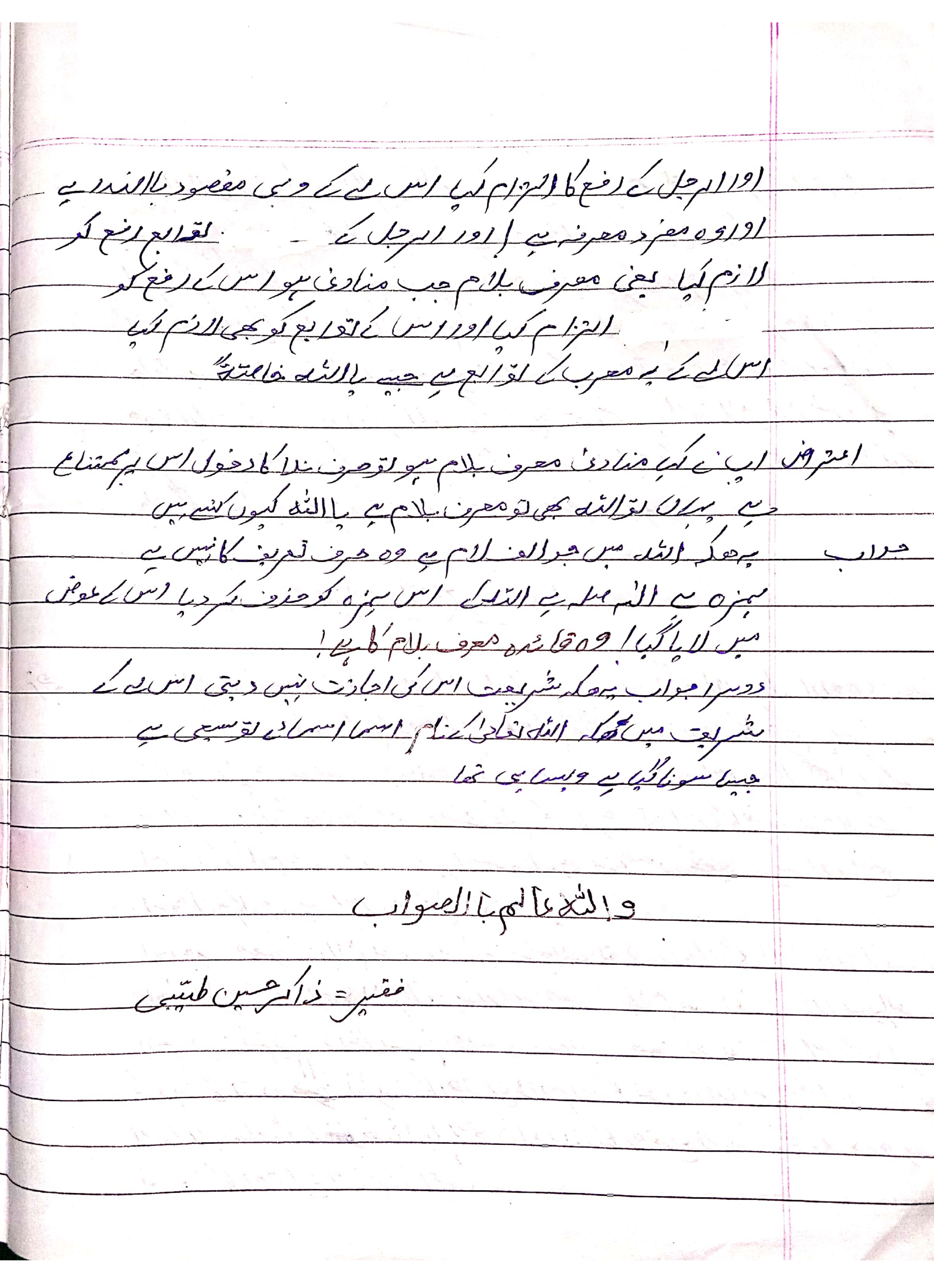
خلیل معطوف میں رفع کو پسند کرتے ہیں اور ابو عمرو نصب کو
خلیل معطوف بحرف الممتنع دخول یا علیہ میں رفع کو پسند کرتے ہیں
اس کے اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں یہ بھی مستقل منادیٰ ہے
یعنی العاقلُ زید کی صفت ہونے کی وجہ سے مستقل منادیٰ ہے تو اس کے
ساتھ بھی منادیٰ جیسا برتاؤ کرنا چاہیے لیکن اس پر یا کا دخول ممتنع
ہے یعنی دخول یا کی ہونے کی وجہ سے اس لیے منادیٰ مستقل کیا۔
تو اس پر اب یا داخل نہیں کر سکتے

تو ابو عمرو کہتے ہیں کہ نہیں جب اس پر یا کا دخول ممتنع ہے تو اب یہ
اس منادیٰ کے جو توابع ہے وہ محل کے توابع ہے۔ لفظ کے توابع نہیں ہے
تو یہ محلاً منصوب ہے تو اس کو منصوب پڑھنا جائز ہے مختار ہے

اور ابو العباس نے کہا اگر وہ الحسن کی طرح سے ہے یعنی معرف باللام جو معطوف منادیٰ
ہے مبنی پر اور وہ الحسن کی طرح سے ہے تو وہ خلیل کی طرح ہوگا
اور اگر الحسن کی طرح نہیں ہے تو وہ ابی عمر کی طرح ہوگا
تو دیکھا جائے گا کہ اس کے الف لام کو حذف کرنا جائز ہے یا نہیں اگر حذف کرنا
جائز ہے جیسے الحسن کی طرح سے ہے تو اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا
جو خلیل نے کہا اور اگر الحسن کی طرح سے نہیں ہے الف لام زائد نہیں ہے
غیر زائد ہے یعنی اس کو حذف کرنا جائز نہیں ہے تو اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا
جائے گا جو اصمعی نے کیا یعنی اس کو منصوب پڑھیں گے

منادیٰ توابع پارٹ ۲

ترجمہ: منادیٰ مبنی کے مضاف توابع ہو اس کو نصب دیا جائے گا اور بدل اور وہ معطوف
جو مذکورہ معطوف کا غیر ہے اس کا حکم مستقل (مطلقاً) منادیٰ کا حکم ہے۔
اور وہ علم جو موصوف ہو لفظ ابن یا ابنۃ کے ساتھ اس حال میں کہ
وہ ابن یا ابنۃ مضاف ہو دوسرے علم کی طرح تو اس کا فتح مختار ہے۔
اس لیے کہ کلام عرب میں یہ کثیر استعمال ہے مقتضی تخفیف ہے اور فتح
اخف الحرکات ہے اس لیے فتح مختار ہے۔
اور جب معرف باللام کو منادیٰ بنایا جائے تو کہا جائے گا یا ایہا الرجل
یا ھذا الرجل و یا ایہا ھذا الرجل یہاں پر معرف باللام منادیٰ ہے اور اس پر الف
لام حرف تعریف داخل ہے اور حرف ندا بھی حرف تعریف اگر اس کو ذکر
کر دیں گے تو دو (ال) تعریف کا اجتماع لازم آئے گا تو دونوں میں فصل کر دیں گے
ایہا لایا جائے گا یا ھذا یا ایہا ھذا دونوں کا اجتماع لایا جائے گا تاکہ دو حرف
تعریف کا اجتماع لازم نہ آئے۔



اور الرجل کے رفع کا التزام کیا اس لیے کہ وہی مقصود بالندا ہے
اور وہ مفرد معرفہ ہے ۔ اور الرجل کے توابع رفع کو
لازم کیا یعنی معرف باللام جب منادیٰ ہو اس کے رفع کو
التزام کیا اور اس کے توابع کو بھی لازم کیا
اس لیے کہ یہ معرب کی توابع ہے جیسے یا اللہ خاصتہ

اعتراض: آپ نے کہا منادیٰ معرف باللام ہو تو حرف ندا کا دخول اس پر ممتنع ہے یہاں تو اللہ بھی تو معرف باللام ہے یا اللہ کیوں کہتے ہیں

جواب: یہ کہ اللہ میں جو الف لام ہے وہ حرف تعریف کا نہیں ہے ہمزہ ہے الٰہ اصلہ ہے الالٰہ اس ہمزہ کو حذف کر دیا اس کے عوض میں لایا گیا وہ فائدہ معرف باللام کا ہے!
دوسرا جواب یہ ہے کہ شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی اس لیے کہ شریعت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اسما اسمائی توقیفی ہے
جیسا سنا گیا ہے ویسا ہی تھا

واللہ اعلم بالصواب

فقیر = ذاکر حسین طیبی